رجوع الی القرآن کے مشن میں

# مرکزی انجمن خدام القرآن کے ساتھ معاونت

## کی مختلف صورتیں

- ماشاء اللہ آپ خود مرکزی انجمن کے رکن ہیں۔ کوشش کیجئے اور اپنے احباب کو بھی اس کا رکن بنائیے۔
- اپنے میٹرک یا انٹرپاس بچوں کو قرآن کالج میں ایف اے اور بی اے کی تعلیم کے لئے داخل کروائیے۔ احباب کو بھی اس کی ترغیب دیجئے۔
- اگر آپ کالج / یونیورسٹی کے ڈگری یافتہ ہیں اور بفضلہ تعالیٰ فعال زندگی گزار رہے ہیں تو ابتدائی دینی تعلیم کے حصول کے لئے قرآن کالج کے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس میں داخلہ لیجئے۔ اپنے احباب کو بھی ترغیب دلائیے۔ (کورس کا خاکہ Inside back cover پر درج ہے)
- مرکزی انجمن کے شائع کردہ جرائد یعنی حکمت قرآن' میثاق اور ندائے خلافت کے سالانہ خریدار بنئے اور اپنے احباب کو اس پر آمادہ کیجئے۔ ان جرائد کے لئے اشتہارات کے حصول کی بھی کوشش کیجئے۔
- انجمن کے دعوت قرآنی پر مشتمل لٹریچر اور کیسٹس کو عام کیجئے۔ اس کی لائبریریاں قائم کیجئے۔

وَمَن يُؤتَ الحِكمَةَ فَقَد اُوتِیَ خَیرًا کَثِیرًا
(البقرہ: ۲۶۹)

قرآن اکیڈمی لائبریری

ماہنامہ

# حکمتِ قرآن

لاہور

بیادگار: ڈاکٹر محمد رفیع الدین ایم اے پی ایچ ڈی ڈی لٹ مرحوم

مدیر اعزازی: ڈاکٹر ابصار احمد، ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی

معاون، حافظ عاکف سعید ایم اے (فلسفہ)

ادارہ تحریر: پروفیسر حافظ احمد یار، حافظ خالد محمود خضر

جلد ۱۳ | شوال، ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ - مارچ، اپریل ۱۹۹۴ء | شمارہ ۳، ۴

— یکے از مطبوعات —

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۳۶ - کے۔ ماڈل ٹاؤن - لاہور ۱۴ - فون: ۸۵۶۰۰۳

کراچی آفس: ۱۱ داؤد منزل متصل شاہ بجری، شاہراہ لیاقت کراچی فون ۲۱۶۵۸۶

سالانہ زرِ تعاون -/۶۰ روپے، فی شمارہ -/۶ روپے (اس شمارے کی قیمت -/۱۰ روپے)

مطبع: آفتاب عالم پریس ہسپتال روڈ لاہور

# ترتیب


☆ حرف اول ———— ۳
حافظ عاکف سعید
☆ مطالعہ قرآن حکیم ———— ۵
سورۂ ہود (آیات ۸۴ تا ۹۰)
ڈاکٹر اسرار احمد
☆ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ———— ۱۰
پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
☆ روداد اجلاس ———— ۱۹
بائیسواں سالانہ اجلاس عام مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
مرتب: الطاف حسین (معتمد)
☆ تعارف کتب ———— ۲۵
مولانا شبیر بن نور کی قلمی کاوشیں
☆ لغات و اعراب قرآن (۵۴) ———— ۲۹
سورۃ البقرہ (آیات ۵۵-۵۶)
پروفیسر حافظ احمد یار
☆ سالانہ رپورٹ ———— ۴۵
مرکزی انجمن خدام القرآن (برائے سال ۱۹۹۳ء)
مرتب: سراج الحق سید (ناظم اعلیٰ)
۳ SOME KEY ETHICAL CONCEPTS OF QURAN
By : Fazlur Rahman

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حرفِ اوّل

"حکمتِ قرآن" کا زیر نظر شمارہ مارچ اور اپریل کا مشترک شمارہ ہے' اس کے ٹائٹل کے ساتھ ساتھ اس کی غیر معمولی ضخامت بھی اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ اس کی حیثیت ایک خصوصی اشاعت کی ہے۔ اس شمارے کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی سالانہ رپورٹ شامل کی گئی ہے جو اگرچہ اراکین انجمن کو تو علیحدہ کتابچے کی صورت میں بھی ارسال کردی گئی تھی لیکن "حکمت قرآن" کے دیگر قارئین کے استفادے کے لئے اسے شاملِ شمارہ کیا گیا ہے۔

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور' جیسا کہ قارئین جانتے ہیں' محض کسی ادارے کا نام نہیں' یہ ایک تحریک ہے۔ مسلمانوں کو قرآن حکیم کی جانب متوجہ کرنے کی ایک ہمہ گیر تحریک! انہیں یہ باور کرانے کی تحریک کہ تمہارے زوال و انحطاط کا اصل سبب قرآن کو ترک کرنا ہے اور آئندہ اگر مسلمانوں کو عزت و سربلندی نصیب ہو سکتی ہے تو صرف اور صرف قرآن حکیم کے ذریعے! ایک حدیث میں کہ جس کے راوی حضرت عمرؓ ہیں' اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ موجود ہے: "اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اقوامًا وَیَضَعُ بِہٖ آخَرِین" ------ اس مقصد کے حصول کے لئے جہاں دروسِ قرآنی ایک نہایت مؤثر ذریعہ ہیں وہاں نشرواشاعت اور تعلیم و تربیت کے دیگر ذرائع کی اہمیت بھی کم نہیں ہے۔ چنانچہ فکر قرآنی پر مشتمل رسائل و مطبوعات کی طباعت و اشاعت اور آڈیو/ وڈیو کیسٹ کے ذریعے دروس و تقاریر کی نہایت وسیع پیمانے پر اشاعت کے ساتھ ساتھ قرآن اکیڈمی اور قرآن کالج کا قیام' محاضراتِ قرآنی اور قرآنک سیمینارز کا انعقاد اور خط و کتابت کورسز کے اجراء کے ذریعے قرآن کے انقلابی فکر کی وسیع حلقے میں نشرواشاعت اور عربی زبان کی تحصیل کا اہتمام بھی مرکزی انجمن خدام القرآن کے دعوتی و اشاعتی پروگراموں کا مستقل حصہ ہیں۔ ان تمام شعبوں میں مرکزی انجمن کی کارکردگی کا کسی قدر اندازہ سالانہ رپورٹ کے ذریعے ہی قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس رپورٹ کی اشاعت سے جہاں ع "جو عمر سے ہم نے بھر پایا سب سامنے لائے دیتے ہیں" کے مصداق مرکزی انجمن کی سال گزشتہ کی کارکردگی سے قارئین کو روشناس کرانا مقصود ہے وہاں یہ اہم مقصد بھی پیش نظر ہے کہ قارئین اس رپورٹ کو پڑھ کر اگر یہ محسوس کریں کہ اس ادارے کے ذریعے قرآن حکیم کی خدمت کا کسی نہ کسی درجے میں کوئی قابل ذکر کام ہو رہا ہے' اور یہ سب کچھ اللہ کی تائید و توفیق ہی کے طفیل ہے' تو وہ بھی اس کام میں شریک ہو کر اپنے حصے کی ذمہ داری ادا کرنے کے بارے میں سنجیدگی سے غور کریں۔ اسی شمارے کے سرورق کے اندرونی صفحہ پر اس بات کی تفصیل درج کردی گئی ہے کہ رجوع الی القرآن کی اس تحریک میں عملی شرکت کی کون کون سی صورتیں ممکن ہیں۔ آپ مذکورہ صورتوں میں سے کسی ایک کو یا ایک سے زائد صورتوں کو اختیار کر کے خدمتِ قرآنی کے اس کام میں اپنی عملی شرکت کا سامان کر سکتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

مرکزی انجمن خدام القرآن اور اس کے صدر مؤسس محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ذریعے خدمت قرآنی کا ایک اور کام، جسے رجوع الی القرآن کی اس تحریک کا ایک اہم سنگِ میل قرار دیا جاسکتا ہے، ماہ رمضان المبارک میں نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام ہے جس کی صدائے بازگشت اب بحمد اللہ ملک کے طول و عرض میں گونجتی سنائی دیتی ہے۔ اس نہایت مفید اور پر تاثیر پروگرام کا آغاز آج سے دس برس قبل قرآن اکیڈمی لاہور کی جامع مسجد سے ہوا تھا۔ نماز تراویح کے ساتھ ساتھ پورے قرآن حکیم کا ترجمہ بیان کرنا اور اس طرح ماہ رمضان المبارک کو فی الواقع قرآن حکیم کے ساتھ تجدید تعلق کا مہینہ بنا دینا اگرچہ کوئی سہل کام نہ تھا لیکن اللہ کی تائید و توفیق سے اس کام کا آغاز ہوا اور آج لاہور اور کراچی سمیت پاکستان کے متعدد شہروں میں اس پروگرام کا باہتمام انعقاد کیا جاتا ہے اور اس کے مفید اثرات بجا طور پر محسوس کئے جاتے ہیں۔ فللّٰہ الحمد و المنۃ۔ اس بار دورۂ ترجمہ قرآن کا مرکزی پروگرام تو قرآن اکیڈمی لاہور ہی میں ہوا جہاں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ترجمۂ قرآن کی ذمہ داری کو خود نبھایا اور پورے مہینے جامع القرآن، قرآن اکیڈمی میں جشن قرآن کا ساسماں بندھا رہا، لیکن دوسرے شہروں میں بھی جا بجا اس پروگرام کا انعقاد کیا گیا اور مرکزی انجمن اور تنظیم اسلامی سے وابستہ بہت سے افراد نے اپنے طور پر یہ کام کیا۔ ملک کے جن علاقوں میں دورۂ ترجمۂ قرآن کے یہ پروگرام ہوئے ان کی تفصیل ایک جامع رپورٹ کی صورت میں "میثاق" کے تازہ شمارے (اپریل ۹۴ء) میں شائع کی گئی ہے۔ تفصیل جاننے کے خواہشمند حضرات اس پرچے کا مطالعہ ضرور کریں۔ OO

## عازمین حج کے لئے

حرمین میں قیام کے دوران راہنمائی کے لئے چند امور پر مشتمل ایک مختصر کتابچہ تیاری کے مراحل میں ہے۔ ان شاء اللہ اپریل کے دوسرے ہفتہ میں شائع ہو جائے گا۔ حج پر جانے والے یا اس کے بعد عمرہ کا ارادہ رکھنے والے خواہش مند حضرات ڈاک خرچ کے لئے ایک روپے کا ڈاک ٹکٹ بھیج کر یہ کتابچہ تحفتاً حاصل کر سکتے ہیں۔

ملنے کا پتہ:

قرآن کالج۔ ۱۹۱۔ اے، اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور۔

مطالعۂ قرآن حکیم
ڈاکٹر اسرار احمد

# سورۃ ھود

## آیات ۸۴ ـ ۹۰

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ
مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ
بِخَيْرٍ وَّاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ○ وَيٰقَوْمِ
اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ
وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ○ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ
تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِىْٓ اَمْوَالِنَا
مَا نَشٰۗؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ○ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ
اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَرَزَقَنِىْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ
وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ
اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِىْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ○ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِىْٓ اَنْ
يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ
وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ○ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا
اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّىْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ○

"اور (اہل) مدین کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی شعیبؑ (کو بھیجا) اس نے کہا: اے میری قوم (کے لوگو) اللہ ہی کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور ناپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو، (فی الوقت) میں تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں (لیکن) مجھے

تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے جو (جملہ مصائب کو) گھیرنے والا ہوگا۔ اور اے میری قوم (کے لوگو!) پورا کیا کرو ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ اور نہ کم کیا کرو لوگوں کے لیے ان کی چیزیں۔ اور نہ دندناؤ زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے۔ اللہ کی (دی ہوئی) بچت ہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مانو (ورنہ ظاہر ہے کہ) میں تم پر پہرہ تو نہیں دے سکتا!" انہوں نے جواب دیا: "اے شعیب! کیا تمہاری نماز کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے معبودوں (کی پرستش) ترک کر دیں یا (اس سے دستبردار ہو جائیں کہ) اپنے اموال میں جو (تصرف) چاہیں کریں۔ واقعی ایک تم ہی رہ گئے ہو دانشمند اور راستباز!" (شعیبؑ نے) کہا: "بھائیو! (ذرا سوچو) اگر میں اپنے رب کی جانب سے واضح ہدایت پر بھی ہوں اور اس نے مجھے اپنے (خاص خزانہ فضل) سے رزق حسن سے مزید نوازا ہے (تو پھر میں اس دعوت و تبلیغ اور سعی اصلاح سے کیسے باز رہ سکتا ہوں!) اور میرا یہ ارادہ ہرگز نہیں ہے کہ تمہاری مخالفت کر کے خود ہی کچھ کروں جس سے تمہیں روک رہا ہوں۔ میں تو بس اصلاح کا طالب ہوں جہاں تک میرا بس چلے! اور نہیں ہے میری توفیق مگر اللہ ہی (کی مدد) سے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی جانب میں رجوع کرتا ہوں۔ اور اے میری قوم کے لوگو! (دیکھنا کہیں) میری ضد (اور عداوت) کے باعث تم پر بھی وہی کچھ نازل نہ ہو جائے جو قوم نوحؑ یا قوم ہودؑ یا قوم صالحؑ پر نازل ہو چکا ہے۔ اور قوم لوطؑ تو تم سے کچھ (زیادہ) دور بھی نہیں (بستی)۔ اور اپنے رب سے مغفرت چاہو پھر اسی کی جناب میں توبہ کرو۔ یقیناً میرا رب نہایت مہربان بہت محبت کرنے والا ہے!"——

دیگر متعدد مکی سورتوں کی طرح سورۂ ہود میں بھی ان اقوام کے ذکر میں جن کی جانب رسول مبعوث ہوئے لیکن انہوں نے ان کی دعوت کو رد کر دیا اور اس کے نتیجے میں اللہ کے عذاب استیصال کا نوالہ بن کر نیست و نابود اور نسیاً منسیا ہو گئیں، قوم نوحؑ، قوم ہودؑ، قوم صالحؑ اور قوم لوطؑ کے بعد پانچویں نمبر پر قوم شعیبؑ یا اہل مدین کا ذکر آتا ہے۔ یہ لوگ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری زوجہ محترمہ حضرت قطورا کے بطن سے تولد ہونے والے فرزند مدین یا مدیان کی نسل سے تھے اس طرح گویا ذریت ابراہیمؑ ہی کی ایک شاخ سے تعلقات رکھتے تھے۔ یہ بحیرۂ قلزم کے شمالی سرے اور خلیج عقبہ کے مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ آباد تھے اور ان کی بڑی بستی کا نام بھی مدین ہی تھا جیسا کہ ہوتا آیا ہے حضرت ابراہیمؑ کے کچھ عرصے کے بعد ان لوگوں میں بھی اعتقادی اور اخلاقی گمراہیاں پیدا ہوئیں اور رفتہ رفتہ عروج کو پہنچ گئیں۔ چنانچہ ایک جانب عقیدۂ توحید کا

دامن ہاتھ سے چھوٹا اور مشرکانہ اوہام نے اس کی جگہ لے لی اگرچہ صراحت اور تعیین کے ساتھ قرآن حکیم میں یہ مذکور نہیں ہے کہ ان میں شرک کی کون سی صورتیں زیادہ رائج ہوئیں۔ دوسری جانب تجارت میں دھوکہ اور فریب کا رواج ہو گیا اور لین دین اور ناپ تول میں عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا اور خیانت کی روش عام ہو گئی۔ آخر کار رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنا ایک جلیل القدر اور اولوالعزم پیغمبر مبعوث فرمایا جن کا اسمِ گرامی شعیبؑ تھا۔

واضح رہے کہ جن چھ اقوامِ معذّب کا ذکر قرآن حکیم کی کئی سورتوں میں باعادہ وتکرار آیا ہے ان میں سے پہلی تین یعنی قوم نوحؑ، قوم ہودؑ اور قوم صالحؑ کے تذکرے میں ان کی صرف اعتقادی گمراہی یعنی شرک کا ذکر ہے ان کے کسی عملی یا اخلاقی بگاڑ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ملتا۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ان اقوامِ ثلاثہ کا تعلق نسلِ انسانی کی تاریخ کے اس ابتدائی عہد سے ہے جبکہ تمدّن کی پیچیدگیاں اور نام نہاد تہذیب کی ستم ظریفیاں ابھی شروع نہیں ہوئی تھیں بلکہ عملی اعتبار سے انسان فطرت کی سادہ رہنمائی ہی میں چل رہے تھے۔ البتہ ذہن و فکر میں کجی نے راہ پالی تھی اور ایک معبودِ برحق اور خدائے بزرگ و برتر کے ساتھ کچھ دوسرے معبودوں کی پرستش شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ ان کی جانب جو رسول مبعوث ہوئے ان کی دعوت بھی کل شرک کے موثر ابطال اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی پُرزور اپیل ہی پر مشتمل تھی۔ قوم لوطؑ کے ذکر میں ہمیں شرک کے ساتھ ساتھ ایک عملی و اخلاقی گراوٹ کا تذکرہ ملتا ہے یعنی جنسی بے راہ روی کا جو تمدّنِ انسانی کے حق میں سمِ قاتل ہے اور جس کے نتیجے میں انسانی معاشرہ ایک متعفن سنڈاس کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس کے بعد قوم شعیبؑ کے ذکر میں شرک کے ساتھ ساتھ تذکرہ ملتا ہے ایک دوسری تمدّنی خرابی یعنی معاشی و اقتصادی معاملات میں ناانصافی اور بے راہ روی، یا بالفاظِ دگر "Economic Exploitation" کا جو ایک دوسرے اعتبار سے انسانی تمدّن میں فساد کا موجب ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہ باہمی اعتماد کی فضا ختم ہو جاتی ہے اور سکون اور اطمینان رخصت ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ باہمی محبت و مؤاسات کی جڑیں کٹ جاتی ہیں اور خود غرضی اور نفرت و عداوت کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ذکر آتا ہے آلِ فرعون کا، جنہوں نے بنی اسرائیل کو غلامی کے شکنجے میں کس کر جبر و استبداد کی بدترین مثال قائم کی تھی۔ اور یہ "Political Repression" گویا کہ تمدّنِ انسانی کے بگاڑ کا وہ عرضِ ثالث ہے جس سے فسادِ ارضی کے ابعادِ ثلاثہ (Three Dimensions) کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

جغرافیائی طور پر قوم شعیبؑ دو قدیم تجارتی شاہراہوں کے سنگم پر آباد تھی جس کے باعث انہیں تجارتی منافع بآسانی اور بافراط حاصل ہوئے جس کی جانب اشارہ کیا حضرت شعیبؑ نے ان الفاظ سے کہ اِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ یعنی "میں تمہیں آسودہ و خوش حال دیکھ رہا ہوں"۔ لیکن جیسا کہ عام مشاہدہ ہے جب ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کی گرفت کمزور پڑتی ہے تو انسان پر حرص وہوس کا غلبہ ہو جاتا ہے اور لالچ اور طمع میں اندھے ہو کر لوگ عدل وانصاف اور راست معاملگی یعنی "Fair Dealing" کی روش تج کر دھوکہ وفریب اور مکاری اور عیاری کی روش اختیار کر لیتے ہیں جس کا نتیجہ فساد فی الارض ہے۔ اس کیفیت کا نقشہ حضرت شعیبؑ نے ان الفاظ میں کھینچا: وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ" اس ضمن میں "بقیت اللہ" کے الفاظ بہت معنی خیز ہیں۔ تجارت اور بیع وشراء اگر دیانت اور امانت کے ساتھ ہوں اور ان میں دھوکہ اور فریب نہ ہو تو جو نفع بچ رہتا ہے اس کی نسبت "اللہ" کی جانب ہے یعنی اللہ کی عطا کردہ بچت۔ اسی حقیقت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ادا فرمایا کہ: "التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء" یعنی "ایک صادق القول اور امانتدار تاجر کو انبیاء اور صدیقین اور شہداء کی معیت حاصل ہوگی!" لیکن اس کے لیے بنیادی شرط ایمان ہے یعنی توحید اور معاد پر پختہ اور غیر متزلزل یقین۔ جس کے بغیر نہ صداقت میسر آسکتی ہے نہ امانت!! اس کی جانب اشارہ فرمایا حضرت شعیبؑ نے "اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" کے الفاظ سے۔ اس صراحت کے ساتھ ان چیزوں کی جانب میں تمہیں دعوت ہی دے سکتا ہوں، تمہیں عملاً راہ ہدایت پر لانے کا میں ذمہ دار ہوں نہ مختار!" وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ!

اس مخلصانہ اور خیر خواہانہ دعوت کا جو جواب قوم نے دیا اس میں جہاں قدیم انسانی گمراہی یعنی آباء واجداد کی روش کے تقدس کی جانب اشارہ ہے وہاں جدید سرمایہ دارانہ ذہنیت کی بھی پوری عکاسی موجود ہے یعنی یہ کہ مال ہماری ملکیت ہے اور اس میں تصرف کا کامل اختیار ہمیں حاصل ہے: "اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰۗؤُا" بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کے یہ الفاظ حضرت شعیبؑ کی بات سے کوئی منطقی ربط نہیں رکھتے۔ آنجنابؑ نے ان کے حق تصرف کو چیلنج نہیں کیا تھا بلکہ صرف راست معاملگی یعنی "Fair Dealing" کی نصیحت کی تھی۔ لیکن غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اصل ذہنی وفکری گمراہی یہی تھی جو ان کے جواب سے ظاہر ہوئی، گویا حضرت شعیبؑ کی نصیحت نے ایک نشتر کا کام کیا جس نے پھوڑے کو چیر دیا تو اندر سے متعفن مواد ابل پڑا۔ اگر مزید گہرائی میں اتر کر غور کیا جائے تو صاف نظر آجائے گا کہ جملہ معاشی واقتصادی بے راہ رویوں

کا اصل سبب اور گویا فساد کی اصل جڑ یہی نظریۂ ملکیتِ مطلقہ ہے، یعنی یہ کہ ہم اپنے اموال کے مالکِ مطلق ہیں، ان میں جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ جبکہ اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ کائنات کی ہر شے کا مالکِ مطلق تو صرف اللہ ہے، انسان کو جو کچھ اس نے عطا فرمایا ہے وہ امانت ہے جس میں تصرف کا حق اسے اصل مالک کی منشا اور اجازت کے مطابق ہی حاصل ہے، غیر مشروط یا لا محدود نہیں!

بقول شیخ سعدی مرحوم ؂

"ایں امانت چند روزہ نزد ماست　　　　در حقیقت مالک ہر شے خداست"

قومِ شعیبؑ کے جواب کا آخری ٹکڑا ان کے کھسیانے پن کی کامل غمازی کر رہا ہے: "اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ" یعنی "یقیناً تم بہت ہی دانشمند اور راستباز ہو!" ان الفاظ میں انہوں نے گویا اپنی ذہنی و فکری ہی نہیں اخلاقی شکست کا بھی پورا اعتراف کر لیا۔

حضرت شعیبؑ کے جواب الجواب میں دو اہم مضمون قابلِ توجہ ہیں: ایک نیکی اور ہدایت کے دو اجزائے ترکیبی یعنی اولاً ہدایتِ فطرت جس کی جانب اشارہ ہے "اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ" کے الفاظ میں اور ثانیاً ہدایتِ وحی و نبوت جس کا ذکر ہے "وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا" کے الفاظِ مبارکہ میں۔ یہی ہے وہ حقیقت جو سورۃ النور کی حد درجہ بلیغ تمثیل میں "نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ" کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ اور یہ زیر درس سورت یعنی سورہ ہود میں تقریباً تمام رسولوں کی زبان سے لگ بھگ ان ہی الفاظ میں ادا ہوئی جن میں یہاں حضرت شعیبؑ کی زبان سے ادا ہوئی ہے اور دوسرے ایک داعیٔ حق اور مصلحِ مخلص کا اندازِ تخاطب، جس میں نرمی بھی ہے اور گرمی بھی، تشویق و ترغیب بھی ہے اور تہدید و تنبیہہ بھی، لیکن ساتھ ہی خود اپنے لیے تواضع بھی ہے اور انکساری بھی، لیکن نہ مصنوعی نہ متکلفانہ۔ کتنا سادہ لیکن بلیغ کلام ہے: "بھائیو! ذرا غور کرو، اگر میرے رب نے مجھے سلامتیٔ فطرت سے بھی نوازا اور مزید ہدایتِ نبوت بھی عطا فرمائی تو کیا مجھ پر واجب نہیں ہے کہ اس بھلائی میں تمہیں بھی حصہ دار بنانے کی کوشش کروں۔ بھائیو، یہ مطلق خیال نہ کرنا کہ میں تمہیں کچھ چیزوں سے روک کر خود ان ہی کا ارتکاب کرنا چاہتا ہوں۔ میری زندگی اور سیرت تمہارے سامنے ایک کھلی کتاب کے انداز میں موجود ہے۔ میری کوئی غرض سوائے اصلاح کے نہیں ہے۔ اور اس کے لیے میں حتی المقدور کوشاں ہوں، اور اس پر بھی نہ کوئی فخر ہے نہ غرور، یہ سب میرے رب ہی کی توفیق بخشی کا ثمرہ ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی جانب میں رجوع کرتا ہوں۔ بھائیو! دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ میری ذات سے کوئی عناد تمہیں اس دعوت کو قبول کرنے سے روک دے

# اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

توحید باری تعالیٰ سب سے بڑی حقیقت اور سچائی ہے جبکہ شرک سے بڑا کوئی جھوٹ اور غلط بیانی نہیں۔ چونکہ اسلام دین فطرت ہے اور یوں وہ ہر سچائی اور اچھائی کو قبول کرتا اور جھوٹ اور برائی کو مسترد کرتا ہے۔ سب سے بڑا سچ ہونے کی وجہ سے توحید باری تعالیٰ کو اسلامی تعلیمات میں بنیادی حیثیت حاصل ہے بلکہ جب تک کوئی شخص توحید کا اقرار نہ کرے وہ اسلام میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ دوسری طرف شرک کو سب سے بڑا دروغ ہونے کی وجہ سے انتہائی مذموم اور قبیح رویہ سمجھا جاتا ہے' یہاں تک کہ مشرکوں کو ناپاک قرار دیا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: "اِنَّمَا الۡمُشۡرِكُوۡنَ نَجَسٌ" (سورۃ التوبہ: ۲۸) "مشرک تو ناپاک ہیں"۔ پھر شرک کو بہت بڑا جھوٹ بھی کہا گیا ہے۔ قرآن شریف میں ہے:

مَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدِ افۡتَرٰۤى اِثۡمًا مُّبِيۡنًا ۝ (سورۃ النساء: ۴۸)

"اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھہرایا اس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔"

برے کام کا نتیجہ بھی برا ہوتا ہے' چنانچہ ایک دوسرے مقام پر قرآن پاک میں بتایا گیا ہے کہ مشرک کو شرک کی وجہ سے ابدی اور حقیقی زندگی میں راحت اور آرام نہیں ملے گا بلکہ وہ اس جرم کے بدلے میں آگ میں پڑا رہے گا اور کسی طرف سے کوئی بھی اس کی مدد کو نہیں پہنچے گا:

مَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ الۡجَـنَّةَ وَمَاۡوٰٮهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ۝ (المائدہ: ۷۲)

"جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"

اسلامی تعلیمات میں شرک کی مذمت کے کئی پہلو اختیار کئے گئے ہیں۔ سورۃ لقمان میں شرک کو ظلم عظیم بھی کہا گیا ہے۔ یعنی یہ انتہائی بے انصافی کی بات ہے۔ تمام انبیاء و رسل نے جہاں لوگوں کو توحید پر کاربند رہنے کی تعلیم دی وہاں شرک سے دور رہنے کی بھی تلقین کی۔ اگر کوئی شخص تھوڑی سی توجہ کے ساتھ قرآن پاک کا مطالعہ کرے تو اس پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شرک ایسا گناہ ہے جس کی بخشش کی کوئی گنجائش نہیں جبکہ دوسرے تمام گناہوں کی معافی کا امکان ختم نہیں کیا گیا۔ سورۃ النساء کی آیت ۴۸ کا ایک حصہ اوپر لکھا جا چکا ہے' اسی آیت کا پہلا حصہ اس طرح ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ

"اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا' اس کے سوا جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔"

پس بخشش کے اعتبار سے گناہ کی دو قسمیں ہیں: ایک قابل بخشش' دوسری ناقابل بخشش۔ اور ناقابل بخشش گناہ صرف شرک ہے۔ سورۃ النساء کی آیت ۱۱۶ ملاحظہ ہو:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ' وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ۝

"اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے۔ اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔"

گویا جوں جوں انسان شرک کی آلائش میں لتھڑتا جاتا ہے توں توں وہ جادۂ حق سے دور ہوتا جاتا ہے اور بالآخر اس کا واپس پلٹنا مشکل سے مشکل تر ہو جاتا ہے۔

شرک کی سنگینی کے اظہار کے لئے سورۃ النساء کی محولہ بالا آیات بھی کافی تھیں مگر شرک تو ایسا گناہ ہے کہ انسانوں کو حقیقی ناکامی سے دوچار کر کے ان کے لئے بخشش کے دروازوں کی مستقل بندش کا سبب بنتا ہے اور یوں ان کو ابدی زندگی کی راحتوں کے لئے نااہل اور نا ختم ہونے والی اذیتوں اور بے انتہا عذابوں کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ اس لئے قرآن پاک میں اس کی مذمت حد درجہ مؤثر انداز میں کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ' لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ○ بَلِ اللّٰہَ فَاعْبُدْ وَکُنْ مِّنَ الشَّاکِرِیْنَ○ (سورۃ الزمر: ۶۵'۶۶)

"(اے نبیؐ) تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے' لہٰذا (اے نبیؐ) تم بس اللہ ہی کی بندگی کرو اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جاؤ۔"

آیت کی تفسیر میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

"شرک کے ساتھ کسی عمل کو عملِ صالح قرار نہیں دیا جائے گا اور جو شخص بھی مشرک رہتے ہوئے اپنے نزدیک بہت سے کاموں کو نیک سمجھتے ہوئے کرے گا ان پر وہ کسی اجر کا مستحق نہ ہو گا اور اس کی پوری زندگی سراسر زیاں کاری بن کر رہ جائے گی۔" (تفہیم القرآن ج ۴' ص ۳۸۲)

جس طرح رب العزت نے قرآن پاک میں توحید کی اہمیت اور شرک کی مذمت نہایت اہتمام سے بیان کر دی ہے اسی طرح رسول پاک ﷺ نے بھی امت کو توحید اختیار کرنے کی ترغیب کے ساتھ ساتھ شرک سے قطعاً دور رہنے کی تلقین کی ہے:

عَن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لَا تُشرِک بِاللّٰہ شیئاً وَاِن قُتِلتَ وَحُرِّقتَ (مشکوٰۃ' باب الکبائر)

"معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرا' اگرچہ تو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔"

ایک دوسری قدسی حدیث اس طرح ہے:

عن انسٍ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: قال اللّٰہ تعالٰی: یَا ابنَ اٰدمَ اِنَّکَ ما دَعوتَنی وَرَجَوتَنِی غفرتُ لکَ علٰی ما کان فیکَ ولا ابالی' ابنَ اٰدمَ لو بلغت ذنوبُکَ عِنانَ

السَّمَاءِ ثم استغفر تَنِی غفرتُ لکَ وَلا ابالی' ابنَ اٰدم انک
لو لقیتَنی بقرابِ الارض خطایا ثم لقیتَنی لا تشرک بی
شیئًا لاتیتُکَ بقرابِها مغفرۃً (رواہ الترمذی' احمد' دارمی)

"حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے
گا میں تجھے بخشوں گا خواہ تو نے کتنا ہی برا کام کیا ہو اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں
ہے۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تیرے گناہ آسمان تک بھی پہنچ جائیں پھر تو مجھ
سے معافی مانگے اور بخشش چاہے تو میں تجھ کو بخش دوں گا اور مجھ کو اس کی
پرواہ نہ ہوگی۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ تیرے
گناہوں سے زمین بھری ہو مگر تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو میں
تیرے پاس زمین بھری ہوئی بخشش لے کر آؤں گا۔"

اسی طرح شرک کی ہلاکت بیان کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

عَن ابی ذرٍّ قال قال رسولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ و سلم: اِنّ اللّٰہَ
تعالٰی لیَغفرُ لعبدِہٖ مالم یقع الحِجَاب۔ قالوا: یارسولَ اللہ
و ما الحِجاب؟ قال: اَن تموتَ النفسُ وھِی مشرکۃٌ

(مشکوٰۃ' باب الاستغفار' بحوالہ احمد و بیہقی)

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ بخشتا ہے
اپنے بندے کے گناہوں کو جب تک بندہ کے اور رحمت حق کے درمیان پردہ
حائل نہ ہو۔" صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہؐ پردہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:
"یہ کہ آدمی شرک کی حالت میں مرے۔"

اسی طرح ایک اور حدیث میں حضرت ابوذرؓ رسول پاک ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں
کہ آپؐ نے فرمایا:

"جو شخص خدا سے اس حال میں ملے کہ اس کے برابر کسی کو نہ مانتا ہو (یعنی
شرک نہ کرتا ہو) تو اگر اس کے گناہ پہاڑ کے برابر بھی ہوں گے تو خدا ان کو

بخش دے گا۔"

اس حدیث کو امام بیہقی نے "کتاب البعث و النشور" میں روایت کیا ہے۔ یہ چند احادیث اور اسی مضمون کی دیگر بہت سی احادیث میں بھی یہی بات بتائی گئی ہے جو قرآن پاک کی آیات بینات میں ہے کہ شرک کا گناہ نا قابل بخشش ہے جب کہ باقی تمام گناہوں کے بخشے جانے کا امکان موجود ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک شخص کفر کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیتا ہے' خدا کی توحید کا اقرار اور شرک سے بیزاری کا اعلان کر دیتا ہے' ارکانِ اسلام کی پابندی کرنے لگتا ہے تو ایسے شخص کو مامون و مصئون ہو جانا چاہئے۔ اسے شرک کی سنگینی سے خبردار کرنا چہ معنی دارد! تو آیئے اس بات کے جواب کے لئے بھی قرآن پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دیکھئے سورۃ یوسف آیت ۱۰۶:

وَ مَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ○

"ان میں سے اکثر اللہ کو نہیں مانتے مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔"

اس آیت کی توضیح میں شاہ رفیع الدین محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"منہ سے سب کہتے ہیں کہ خالق مالک سب کا وہی ہے' پھر اوروں کو پکڑتے ہیں۔"

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنی مقبول عام تفسیر میں اسی آیت کی تفسیر اس طرح بیان کرتے ہیں:

"زبان سے سب کہتے ہیں کہ خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے باوجود کوئی بتوں کو خدائی کا حصہ دار بنا رہا ہے....... کوئی اس کے لئے بیٹیاں تجویز کرتا ہے' کوئی اسے روح و مادہ کا محتاج بتاتا ہے۔ کسی نے احبار و رہبان کو خدائی کے اختیارات دے دیئے ہیں۔ بہت سے تعزیہ پرستی' قبر پرستی' پیر پرستی کے خس و خاشاک سے توحید کے صاف چشمہ کو مکدر کر رہے ہیں۔ ریا اور ہوا پرستی سے تو کتنے موحدین ہیں جو پاک ہوں گے۔"

پس واضح ہوا کہ توحید کا اقرار کر کے دین اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد شرک سے بچنا

انتہائی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول پاک ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو شرک سے اجتناب کرنے کی تاکید کرتے تھے' ورنہ ان سے بڑھ کر توحید کا اقرار کرنے والا کون ہو گا۔

عن معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ قال قلتُ: یا رسولَ اللہ اَخبِرنی بعملٍ یُدخِلُنی الجنّۃَ ویُباعِدُنی عَن النارِ۔ قال: لقد سالتَ عَن عظیمٍ وَاِنّہٗ لَیَسیرٌ علٰی مَن سَھّلَ اللّٰہُ تعالٰی علیہ 'تَعبُدُ اللّٰہَ لا تُشرِکُ بِہٖ شیئًا...... (الخ رواہ الترمذی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا: "یا رسول اللہ' آپ' مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے دور رکھے"۔ آپ' نے فرمایا: "تو نے بہت بڑا سوال کیا ہے۔ اور وہ یقیناً آسان ہے اس پر جس پر اللہ تعالیٰ آسان کرے (اور وہ یہ کہ) تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے.....الخ۔"

اگر ایمان باللہ کے بعد کسی مسلمان کے لئے شرک کا امکان ختم ہو جاتا تو حضور ﷺ اس حدیث میں جلیل القدر صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دخولِ جنت اور بُعد عن النار کے لئے شرک سے اجتناب کرنے کو کیوں کہتے۔ معلوم ہوا کہ ایک مسلم اور مومن کے لئے اقرارِ توحید باری تعالیٰ کے بعد شرک سے علیحدگی ضروری ہے' ورنہ اس کے نیک اعمال بھی نتیجہ خیز نہ ہوں گے اور نہ ہی اسے جہنم سے بچا سکیں گے۔ قرآن پاک کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک کی آمیزش والی توحید تو کفارِ مکہ کے پاس بھی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْھَآ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ قُلْ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ○ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ○ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ○ قُلْ مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ○

(سورۃ المومنون: ۸۴ تا ۸۹)

"(اے نبیؐ) کہہ دیجئے کس کی ہے زمین اور جو کوئی اس میں ہے؟ بتاؤ اگر تم جانتے ہو۔ اب کہیں گے سب کچھ اللہ کا ہے۔ تو کہئے پھر تم سوچتے نہیں! پوچھئے (ان سے) کون ہے مالک ساتوں آسمانوں کا اور مالک اس بڑے تخت کا؟ اب بتائیں گے اللہ کو۔ تو کہئے پھر تم ڈرتے نہیں! پوچھئے (ان سے) کس کے ہاتھ میں ہے حکومت ہر چیز کی اور وہ بچالیتا ہے اور اس سے کوئی بچا نہیں سکتا؟ بتاؤ اگر تم جانتے ہو۔ اب بتائیں گے اللہ کو۔ تو کہئے تو پھر کہاں سے تم پر جادو آپڑا ہے۔"

مگر خدا تعالیٰ کی ان تمام صفاتِ توحید کو ماننے کے باوجود وہ کافر تھے جنہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کی دعوت دے رہے تھے۔ آج بھی مسلمانوں کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ توحید کی امانت سینوں میں لئے ہوئے شرک میں مبتلا ہیں اور بے خبر ہیں کہ کتنا بڑا جرم کر رہے ہیں۔

خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور صفات کے تقاضوں میں کسی دوسرے کو شریک سمجھنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مطلق' بے پایاں اور ذاتی ہیں۔ جمادات' نباتات' حیوانات' انسان' جن' فرشتے سب اس کی مخلوق اور اس کے سامنے عاجز اور بے بس ہیں۔ وہ سب کا قادرِ مطلق ہے۔ مخلوق کا ہر ہر فرد پیدائش سے لے کر وفات تک اس کا محتاج ہے جب کہ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ یعنی وہ بے نیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان بے پایاں قدرتوں اور اختیار کو تسلیم کرنے کے بعد یہ کیسے ممکن ہے کہ مخلوق کے کسی فرد کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھا جائے' اس سے اولاد اور رزق کے لئے سوال کیا جائے' اسے داتا یا گنج بخش کہا جائے۔ شرک کی یہی بیماری کفار مکہ کو تھی۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ تم ان دوسروں کو معبود کیوں پکارتے ہو تو ان کا جواب قرآن پاک میں اس طرح نقل ہوا ہے: مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (سورۃ الزمر: ۳) "ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قرب کے درجہ تک پہنچا دیں۔" آج کے مسلمان بھی "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے اور اقرار کرتے ہیں کہ "ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" مگر ساتھ ہی نماز کے

باہریا اللہ مدد کے نعرے کے ساتھ یا علی مدد اور یا رسول اللہ مدد بھی پکارتے ہیں۔ یہی خدا تعالیٰ کو معبود حقیقی ماننے والے عبدالنبی' عبدالرسول اور عبدالمصطفیٰ نام رکھ لیتے ہیں جبکہ حضور ﷺ نے عبد کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہوئے عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام پسند کئے ہیں' کیونکہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورۃ آل عمران:۸۹)

"کسی انسان کا کام نہیں کہ اللہ اس کو کتاب' حکمت اور نبوت عطا کرے' پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر۔"

پھر رسول پاک ﷺ جن کی سیرت ہی سراپا قرآن ہے وہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن کی بجائے عبدالرسول اور عبدالنبی جیسے نام کیسے برداشت کرتے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ کسی صحابی نے حضور ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت کے باوجود ایسے ناموں کو اختیار نہیں کیا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو' یعنی ان کے حق میں رحمت اور سلامتی کی دعا کرتے رہا کرو۔ نیز اپنے لئے اور اپنے فوت شدہ عزیزوں کے لئے استغفار کرتے رہا کرو' مگر یہاں زندہ اور اہلِ قبور دونوں سے استمداد کی جارہی ہے حالانکہ وہ استغفار کے مستحق ہیں۔ اور زندوں کا فرض ہے کہ وہ فوت شدہ مسلمانوں کی بخشش کی دعا کرتے رہیں۔

پہلے بیان ہو چکا کہ خدا تعالیٰ کی تمام صفات مطلق ہیں اور کوئی صفت اس کی مخلوق میں نہ ہے نہ تسلیم کی جائے گی' مگر اس کے باوجود مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد حاضر و ناظر' عالم ماکان ومایکون اور عالم الغیب کی صفات انبیاء کی طرف منسوب کرتی ہے' حالانکہ یہ صفات بلا استثناء صفات باری تعالیٰ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ انبیاء نے غیب کی خبریں دی ہیں' آخرت میں پیش آنے والی باتیں بتائی ہیں' مستقبل میں ہونے والے واقعات کی اطلاعات دی ہیں' مگر یہ ساری خبریں اس خبیر نے ان کو بتائیں جو عالم الغیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی بھر کسی پیغمبر نے عالم ماکان ومایکون اور حاضر و ناظر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ قرآن

باہر یا اللہ مدد کے نعرے کے ساتھ یا علی مدد اور یا رسول اللہ مدد بھی پکارتے ہیں۔ یہی خدا تعالیٰ کو معبود حقیقی ماننے والے عبد النبی' عبد الرسول اور عبد المصطفیٰ نام رکھ لیتے ہیں جبکہ حضور ﷺ نے عبد کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہوئے عبد اللہ اور عبد الرحمٰن نام پسند کئے ہیں' کیونکہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورۃ آل عمران:۸۹)

"کسی انسان کا کام نہیں کہ اللہ اس کو کتاب' حکمت اور نبوت عطا کرے' پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر۔"

پھر رسول پاک ﷺ جن کی سیرت ہی سراپا قرآن ہے وہ عبد اللہ اور عبد الرحمٰن کی بجائے عبد الرسول اور عبد النبی جیسے نام کیسے برداشت کرتے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ کسی صحابی نے حضور ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت کے باوجود ایسے ناموں کو اختیار نہیں کیا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو' یعنی ان کے حق میں رحمت اور سلامتی کی دعا کرتے رہا کرو۔ نیز اپنے لئے اور اپنے فوت شدہ عزیزوں کے لئے استغفار کرتے رہا کرو' مگر یہاں زندہ اور اہلِ قبور دونوں سے استمداد کی جا رہی ہے حالانکہ وہ استغفار کے مستحق ہیں۔ اور زندوں کا فرض ہے کہ وہ فوت شدہ مسلمانوں کی بخشش کی دعا کرتے رہیں۔

پہلے بیان ہو چکا کہ خدا تعالیٰ کی تمام صفات مطلق ہیں اور کوئی صفت اس کی مخلوق میں نہ ہے نہ تسلیم کی جائے گی' مگر اس کے باوجود مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد حاضر و ناظر' عالم ماکان و مایکون اور عالم الغیب کی صفات انبیاء کی طرف منسوب کرتی ہے' حالانکہ یہ صفات بلا استثناء صفات باری تعالیٰ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ انبیاء نے غیب کی خبریں دی ہیں' آخرت میں پیش آنے والی باتیں بتائی ہیں' مستقبل میں ہونے والے واقعات کی اطلاعات دی ہیں' مگر یہ ساری خبریں اس خبیر نے ان کو بتائیں جو عالم الغیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی بھر کسی پیغمبر نے عالم ماکان و مایکون اور حاضر و ناظر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ قرآن

شریف میں آتا ہے:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ۚ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (سورۃ الاعراف:۱۸۸)

"(اے محمدؐ، ان سے) کہو: میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا' اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لئے حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کے لئے جو میری بات مانیں۔"

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث کی ان ساری تصریحات کے باوجود مسلمان شرکیہ افعال کیوں اپناتے ہیں' جبکہ وہ توحید کی اہمیت اور شرک کی ہلاکت خیزی سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ جواب یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنے سب سے بڑے دشمن کے حملوں سے بے خبر ہیں اور وہ دشمن شیطان ہے' جس کا مشن اولاد آدم کو جنت سے محروم کر کے دوزخ کا مستحق ٹھہرانا ہے۔ چونکہ شرک ناقابل بخشش گناہ ہے اس لئے اس کی ہمہ وقت یہ کوشش ہے کہ نیک عمل کرنے والے مسلمانوں کو شرک کا خوگر بنا دے۔ وہ بڑا دھوکے باز ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ○ (سورۃ لقمان: ۳۳) "اور نہ دھوکہ دے تم کو اللہ کے نام سے وہ دغاباز یعنی ابلیس"۔ وہ شرک کے نام سے شرک نہیں کرواتا' بلکہ وہ شرک کی تباہ کن گولی پر نصح و خیر خواہی کے دھوکے کا غلاف چڑھا کر پیش کرتا ہے۔ اور نادان انسان شرک میں ملوث ہو کر بھی اسی زعم میں رہتا ہے کہ وہ مومن اور مسلم ہے اور جنت اور بخشش کا مستحق ہے۔ حالانکہ اوپر دی گئی قرآنی تصریحات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ شرک ناقابل بخشش ہے۔ شیطان تو اولاد آدم کا بدترین دشمن ہے' وہ تو مسلمانوں کو شرک کی تعلیم دے گا ہی 'مگر مسلمان بھی تو سوچیں کہ جو کام آج وہ کر رہے ہیں کیا وہ کام قرون اولیٰ میں ہوتے تھے؟ کیا ان کاموں میں شرک یا

(باقی صفحہ ۲۷ پر)

# بائیسواں سالانہ اجلاس عام
# مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
## (منعقدہ ۲۳ مارچ ۱۹۹۴ء)

○ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کا بائیسواں سالانہ اجلاس عام آج مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۹۴ء بمطابق ۱۰ شوال ۱۴۱۴ھ صبح ۱۰ بجے قرآن آڈیٹوریم اتاترک بلاک 'نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں زیر صدارت صدر موسس جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب منعقد ہوا۔ اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ انجمن کی مجلس منتظمہ کے معتمد الطاف حسین (راقم السطور) نے ابتدائی کلمات اور دعا کے ساتھ حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خوش آمدید کہا اور ساتھ ہی گزشتہ سال ۱۹۹۳ء کے سالانہ اجلاس کی کارروائی پڑھ کر سنائی۔ اراکین انجمن کی طرف سے صحت تحریر کی تصدیق کے بعد جناب صدر موسس نے روداد کی توثیق فرمادی۔

○ اس کے بعد ناظم اعلیٰ جناب سراج الحق سید مطبوعہ سالانہ رپورٹ برائے سال ۱۹۹۳ء کی نمایاں خصوصیات (High-Lights) پیش کرنے کے لئے تشریف لائے اور فرمایا کہ اگرچہ رپورٹ مطبوعہ ہے اور کافی روز پہلے اس اجلاس کی اطلاع کے ساتھ بذریعہ ڈاک آپ حضرات کو بھجوا دی گئی تھی' پھر بھی اس کی نمایاں خصوصیات (High-Lights) یہاں اس لئے بیان کی جا رہی ہیں کہ ہم میں سے بہت سے اس کو پڑھنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے' اور ایسے حضرات بھی ہیں جنہیں ڈاک سے روانہ کی ہوئی رپورٹ سرے سے ملی ہی نہیں۔ ناظم اعلیٰ نے سب سے پہلے ارکان مجلس منتظمہ اور خصوصیت سے محترم صدر موسس کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے انجمن کی انتظامیہ کی راہنمائی اور دستگیری فرمائی۔ اس کے بعد انہوں نے گزشتہ سال کے اراکین انجمن کے اعداد و شمار پیش کئے' ان کا ۹۲ء سے تقابلی جائزہ لیا اور کہا کہ انجمن کا سب سے قیمتی سرمایہ تو دراصل ارکان انجمن ہی ہیں۔ انہوں نے گزشتہ سال کے اہم پراجیکٹس' محاضرات قرآنی'

محترم صدر موسس کا ہفتہ وار درس قرآن اور مسجد و مکتب دالتین کی تعمیر کی تکمیل کا ذکر کیا۔ اور آخر میں انہوں نے مختلف شعبہ جات' یعنی مکتبہ' اکیڈمک ونگ کے تحت جرائد و کتب کی اشاعت' حفظ قرآن و ناظرہ کا انتظام اور لائبریری کی High-Lights بیان کیں۔ دیگر شعبہ جات میں قرآن کالج کے لئے اہم فیصلے' کالج ہاسٹل کا تربیتی نظام' شعبہ خط و کتابت کورس کے اعداد و شمار' جنرل ایڈمنسٹریشن بشمول کیش' اکاؤنٹس اور آڈٹ اور شعبہ نشر القرآن کا ذکر کیا اور ان سب کی کارکردگی کو سراہا۔

○ ناظم اعلیٰ کے بعد ناظم مالیات جناب شیخ محمد عقیل صاحب نے سالانہ اکاؤنٹس کی Key figures بیان کیں اور حاضرین سے کہا کہ وہ اس سے متعلق جو وضاحت چاہیں طلب کر سکتے ہیں۔ ناظم مالیات نے خصوصیت سے ۹۳ء کے assets کی رقم' جو Book Value کے لحاظ سے بھی تقریباً ساڑھے اکیس کروڑ روپے ہے' کا موازنہ بائیس سال قبل کے اثاثے سے کیا جب انجمن کی تاسیس کے وقت اس کا کل سرمایہ ایک لاکھ روپے تھا جو بیس موسسین نے پانچ ہزار روپے کے حساب سے یکمشت زر تعاون کے ذریعے جمع کیا تھا۔

○ ناظم مالیات کے بعد ناظم اعلیٰ ایک بار پھر اعانتوں میں اضافے اور ہیئت انتظامیہ میں تبدیلیوں کی توضیح کرنے تشریف لائے۔ انہوں نے بتایا کہ روپے کی قیمت خرید میں بے پناہ کمی ہوئی ہے اور ساتھ ہی انجمن کے توسیعی پروگرامز کے لئے اضافی فنڈز کی ضرورت ہے' اس لئے ماہانہ اعانتوں میں اضافہ ناگزیر تھا اور مجلس منتظمہ نے کئی ماہ کے غور و خوض کے بعد واقعی بادل ناخواستہ اضافہ کا فیصلہ کیا۔ ہیئت انتظامیہ میں جو بنیادی تبدیلی کی گئی ہے' یعنی مجلس منتظمہ کی جگہ اب ایک مجلس شوریٰ اور ایک مجلس عاملہ کا قیام ہو گا۔ مجلس شوریٰ انجمن کا پالیسی ساز ادارہ ہو گا اور یہ حلقہ موسسین / محسنین کے تیرہ' حلقہ مستقل ارکان کے چار اور حلقہ عام ارکان کے آٹھ منتخب نمائندوں پر مشتمل ہو گا۔ مجلس عاملہ صدر موسس / صدر انجمن کی طرف سے نامزد اعزازی ناظمین پر مشتمل انجمن کی Executive Body ہو گی۔ اس میں کم از کم چار ناظمین' یعنی ناظم اعلیٰ' ناظم مالیات' داخلی محاسب اور معتمد' مجلس شوریٰ کے ارکان میں سے لئے جائیں گے۔ باقی

شعبہ جات کے لئے دوسرے باصلاحیت حضرات' جو اعزازی طور پر تفویض کردہ ذمہ داری قبول کرنے پر تیار ہوں' کا تقرر بطور ناظمین کیا جائیگا۔ مجلس عاملہ اپنی کارکردگی کے لئے مجلس شوریٰ کو جوابدہ ہوگی۔ شوریٰ اور عاملہ دونوں محترم صدر موسس اور ان کے بعد صدر انجمن کی زیر صدارت کام کریں گی۔ شوریٰ کا اجلاس عموماً سہ ماہی اور عاملہ کا اجلاس عموماً ماہانہ ہو گا۔

○ حسب پروگرام ناظم انتخاب جناب محمد بشیر ملک صاحب نے نئی ہیئت انتظامیہ کے لئے ارکان مجلس شوریٰ' جن کی تعداد ۲۵ ہے' کے دو سالہ الیکشن کے طریقہ کار کی تفصیل بتاتے ہوئے Voting slips تقسیم کرنے کا اعلان کیا اور کہا کہ انجمن کے حلقہ موسسین / محسنین ارکان میں سے ۱۳' مستقل ارکان میں سے چار اور عام ارکان میں سے آٹھ کو منتخب کرنا ہے۔ چونکہ حلقہ مستقل ارکان میں سے صرف چار حضرات کو تجویز کیا گیا ہے اور چار ہی کا انتخاب ہونا ہے لہٰذا یہ چاروں حضرات بلامقابلہ منتخب قرار دیئے جاتے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ (۱) ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ صاحب (۲) محمود عالم میاں صاحب (۳) چوہدری انوار الحق صاحب اور (۴) احسن الدین صاحب۔ باقی دو حلقوں کے انتخابات کروائے گئے۔ منتخب حضرات کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:-

حلقہ موسسین / محسنین:-

(۱) میجر (ریٹائرڈ) احسن الرؤف شیخ صاحب (۲) ڈاکٹر عارف رشید صاحب (۳) قمر سعید قریشی صاحب (۴) محمد بشیر ملک صاحب (۵) سراج الحق سید صاحب (۶) اقتدار احمد صاحب (۷) لطف الرحمٰن خان صاحب (۸) وقار احمد صاحب (۹) شیخ محمد عقیل صاحب (۱۰) وکیل احمد خان صاحب (۱۱) میاں محمد رفیق صاحب (۱۲) شہباز الدین چوہدری صاحب (۱۳) ڈاکٹر مختار حسن رندھاوا صاحب

حلقہ عام ارکان:-

(۱) ڈاکٹر ابصار احمد صاحب (۲) چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب (۳) الطاف حسین صاحب (۴) ڈاکٹر عبدالخالق صاحب (۵) چوہدری غلام محمد صاحب (۶) غازی محمد وقاص

صاحب (۷) میجر (ریٹائرڈ) خاور قیوم صاحب (۸) مختار احمد خان صاحب

مذکورہ انتخابی نتیجہ کی تیاری اور اعلان کے دوران تقریباً آدھے گھنٹے کا وقفہ رہا' جس میں حاضرین اجلاس کی چائے اور (snacks) سے تواضع کی گئی۔

○ وقفہ کے بعد اجلاس کی کارروائی پھر شروع ہوئی تو اولاً مذکورہ بالا انتخابات کے نتائج کا اعلان کیا گیا اور اس کے بعد منسلک ذیلی انجمنوں کے نمائندوں کو دعوت دی گئی کہ وہ اپنی اپنی انجمنوں کی مطبوعہ رپورٹ پڑھ کر سنائیں۔ چنانچہ انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) فیصل آباد کے معتمد جناب میاں محمد اسلم صاحب نے رپورٹ پڑھی اور آخر میں یہ خوشخبری بھی سنائی کہ فیصل آباد میں ساڑھے سات کنال کا ایک پلاٹ جو انجمن کو "ہبہ" کیا گیا تھا اس کا قبضہ تقریباً ایک ماہ ہوا' مل گیا ہے۔ اور اس پر لاہور اور کراچی کی طرز پر قرآن اکیڈمی تعمیر کرنے کا پروگرام ہے۔

انجمن خدام القرآن سرحد' پشاور کی مطبوعہ رپورٹ میجر (ریٹائرڈ) فتح محمد صاحب نے پڑھ کر سنائی۔ اس بات کا افسوس رہا کہ باقی منسلک انجمنوں کی طرف سے اجلاس میں کوئی نمائندہ شریک نہیں ہوا۔

○ آخر میں محترم صدر موسس ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنے اختتامی کلمات ادا فرمائے۔

(۱) انہوں نے سب سے پہلے تو سالانہ رپورٹ کے حوالے سے یہ توضیح فرمائی کہ ۲۲ برس کی مدت تو صرف مرکزی انجمن کے تاسیس کے وقت سے ہے' جبکہ رجوع الی القرآن کی تحریک کا آغاز تو انہوں نے ذاتی سطح پر ۶۵ء میں ہی کر دیا تھا۔

(۲) گزشتہ سال کی روداد میں سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۸۶ کے حوالہ سے جو بحث آئی تھی اس میں انذار کا پہلو تو نمایاں طور پر رپورٹ ہوا ہے لیکن اس میں تبشیر کا پہلو دب گیا ہے۔ مبشرین اور منذرین کی وضاحت کرتے ہوئے صدر موسس نے فرمایا کہ بشارت اور انذار کے دونوں پہلو پیش نظر رہنے چاہئیں۔ جن نوجوانوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ استعداد اور صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ قرآن کا پیغام عام کریں تو اگر وہ اس کام کا حق ادا کریں تو ان کے لئے بشارت ہے لیکن اگر انہوں نے اس کا حق ادا نہیں کیا تو ان سے یہ

صلاحیت سلب بھی ہو سکتی ہے۔

(۳) صدر موسس نے سورۂ طٰہٰ کی پہلی دو آیتوں: "طٰہٰ ○ ما انزلنا علیک القر آن لتشقی ○" کا مفہوم بیان کرتے ہوئے وضاحت فرمائی کہ اگرچہ یہاں مشقت کی نفی نہیں ہے اور وہ حضور ﷺ نے جھیلی ہے 'اصل بات جو توجہ طلب ہے وہ یہ کہ قرآن اس لئے نازل نہیں ہوا کہ آپ ناکام ہوں' بلکہ اس آیت میں ایک نوید اور ایک خوشخبری ہے کہ آپ کامیاب ہوں گے۔ لہذا جو شخص جس سطح پر بھی رجوع الی القرآن کا کام کر رہا ہے' یہاں اصل میں اس کے لئے کامیابی کی نوید ہے۔

اسی طرح سورۃ القصص میں آیت نمبر ۸۵ کے ابتدائی حصہ:

"ان الذی فرض علیک القر آن لراد ک الی معاد"

(ترجمہ: "جس ہستی نے حکم بھیجا تجھ پر قرآن کا وہ پھیر لانے والا ہے تجھ کو پہلی جگہ"۔) کے حوالہ سے ڈاکٹر صاحب نے وضاحت کی کہ تفاسیر کی کتب میں بالعموم اس کا اصل مفہوم دب گیا ہے' یہاں بھی خوشخبری سنائی جا رہی ہے حضور ﷺ کو کہ ہمیں آپ کو کامیابیوں کے ساتھ لوٹانا ہے۔ اصل میں تو "الی معاد" یعنی بہت بڑی پہنچنے کی جگہ کا مطلب آخرت کی کامیابی ہے' لیکن اس میں دنیا کی کامیابی کی بھی خوشخبری ہے۔ یہاں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ حضور ﷺ سے یہ خطاب دراصل آپ کی وساطت سے ہم سے کیا جا رہا ہے۔

(۴) صدر موسس نے آج کل بھارت کے ساتھ تعلقات کے مسئلے پر فرمایا کہ وہ ہمارا پیدائشی دشمن ہے اور مادی اعتبار سے کئی گنا زیادہ قوت والا بھی۔ اور اس لئے اس کے ساتھ معاملہ طے کرنے پر طبیعت مائل نہیں ہوتی مبادا کہ وہ ہم پر غالب آ جائے! لیکن ہم بھول رہے ہیں کہ ہمارے پاس سب سے بڑا ہتھیار تو قرآن مجید ہے --- ع در بغل داری کتاب زندہ۔ اس کی ایک مثال حضرت موسیٰ کا واقعہ بھی ہے کہ وہ جادوگروں کے جادو سے متاثر ہو کر اپنے ہاتھ میں زندہ معجزہ یعنی اپنا عصا بھول گئے۔ اللہ نے یاد دلایا' عصا پھینکا' جادو کا تمام اثر ختم ہوا اور جادوگر سجدہ میں گر گئے۔ اسی طرح ہم بھول رہے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں زندۂ جاوید معجزہ قرآن کا ہے۔

محترم صدر موسس نے قرآن کے ایک اعجاز کاذکر ٹیلی ویژن پروگرام "الہدیٰ" کے حوالے سے کیا۔ اس پروگرام کی نشریات کے دوران ہندوستان میں امرتسر مشرقی پنجاب سے سکھ نوجوان لاہور پہنچے اور انہوں نے پروگرام کے مثبت تاثرات بیان کئے۔ اور بتایا کہ دہلی تک یہ نشریات سن کر ان لوگوں کی جوان لڑکیوں نے دوپٹے سے اپنے سر ڈھانپنا شروع کر دیئے تھے۔ لیکن افسوس کہ پاکستان میں مغرب زدہ خواتین نے اس پروگرام کے خلاف احتجاج کیا۔ محترم صدر موسس توجہ دلائی کہ ہم قومی سطح پر بھی اپنے اس سب سے بڑے ہتھیار کو بھولے ہوئے ہیں اور اس کی سزا کے طور پر کوئی عجب نہیں کہ اللہ ہمیں ہندوؤں سے پٹوائے اور پھر انہی کے ہاتھ میں اپنا جھنڈا تھمادے۔ یعنی ہندو ہمیں فتح کرلیں اور ہندوؤں کو اسلام فتح کرلے۔ تاریخ میں پہلے یہ تاتاریوں کے ہاتھوں ہو چکا ہے۔ ۔

ہے عیاں فتنہ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

(۵) صدر موسس نے آخر میں تین باتیں انتظامیہ کے بارے میں کہیں کہ:۔

(i) ہیئت انتظامیہ میں تبدیلی دراصل انجمن کو زیادہ سے زیادہ فعال بنانے کے لئے ہے۔ (ii) مختلف علاقوں میں "بزم قرآن" کے نام سے حلقہ ہائے بزم قرآن قائم کرکے باہمی ربط وضبط قائم کرنا اور اراکین انجمن کا آپس میں میل جول بڑھانا بھی پیش نظر ہے۔
(iii) مجلس شوریٰ کے آئندہ انتخابات کے لئے اس امکان کاذکر بھی کیا کہ پیشگی نامزدگیاں اور غیر حاضر اراکین کا انتخاب ختم کرکے حاضر اراکین میں ہی سے نامزدگیاں ہوں اور حاضر ارکان ہی انتخاب کریں بشرطیکہ وہ قواعد کے مطابق ووٹ دینے اور نامزد ہونے کے اہل ہوں۔ (٦) آخر میں صدر موسس کی دعائے خیر کے ساتھ معتمد انجمن نے آج کے سالانہ اجلاس ختم کرنے کا اعلان کیا۔

**تعارف کتب**

# مولانا شبیر بن نور کی قلمی کاوشیں

ہمارے کرم فرما مولانا ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور مملکت سعودیہ کے دارالحکومت الریاض سے متصل "الدوادمی" میں مقیم ہیں جبکہ اس سے قبل وہ پاکستان کے مختلف تعلیمی اداروں میں تدریسی و تعلیمی خدمات سرانجام دے چکے ہیں جن میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور بھی شامل ہے' جہاں انہوں نے بڑی خوبی و خوش اسلوبی سے ایک عرصہ گزارا۔ موصوف کی اس وقت دو قلمی کاوشیں ہمارے سامنے ہیں۔

۱۔ کبیرہ گناہوں کی حقیقت

۲۔ قیامت کی ہولناکیاں

فرق یہ ہے کہ پہلی کتاب موصوف کی تالیف ہے جسے انہوں نے قرآن و سنت' آثار صحابہؓ اور اسلاف کے علمی ورثہ کو سامنے رکھ کر مرتب کیا تو دوسری ترجمہ ہے ایک عربی کتاب کا' جس کا نام "اھوال القیامہ" ہے جس کے مؤلف کویت کے "الاستاذ عبدالملک الکلیب" ہیں۔

"قیامت" ایک عظیم حقیقت کا نام ہے۔ قرآن مجید میں توحید کے ساتھ جس عقیدہ کا سب سے بڑھ کر ذکر ہے وہ قیامت ہی ہے جسے "یوم الدین' یوم الحشر' یوم الجزاء" اور بہت سے ناموں سے یاد کیا گیا۔ استاذ کلیب نے غفلت و مدہوشی کے مارے ہوئے عربوں کے لئے اس کتاب کو اس طرح مرتب کیا کہ اس میں ایک خطیب کا زور بیان ہے تو واعظ و مذکر کی دردمندی بھی۔ ہر بات مستند ماخذوں سے نقل کی گئی اور کوئی بات کچی نہیں۔ شبیر بن نور نے محسوس کیا کہ عرب بھائی جس بیماری کا شکار ہیں اسی بیماری میں پاکستانی بھی مبتلا ہیں' شاید عربوں سے بڑھ کر۔ چنانچہ انہوں نے اس کتاب کو اردو کا جامہ اس طرح پہنایا ہے کہ ترجمہ پر بلاشبہ اصل کا گمان ہوتا ہے۔ ۲۵۹ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں پانچ ابواب ہیں --- پہلے کا تعلق دنیا و آخرت کے درمیانی عرصہ عالم برزخ کے لئے مختص ہے۔ مؤلف نے اس باب کو "عالم برزخ کے عذاب اور نعمتوں" کے لئے وقف کیا ہے اور بڑی تفصیل سے اس درمیانی عرصہ میں پیش آنے والے واقعات کی نشاندہی کی ہے۔ دوسرا باب "قیامت کے ظہور" کے حوالہ سے ہے تو تیسرا "قیامت کی ہولناکیوں" پر مشتمل ہے' جبکہ چوتھا "جہنم و اہل جہنم" اور پانچواں "جنت و اہل جنت" کے حوالہ سے ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ دوران مطالعہ ہم اپنی آنکھوں پر قابو نہ پا سکے اور ہماری آنکھیں بہنا شروع ہو گئیں اور ہمیں توفیق الٰہی سے بہت سی کوتاہیوں سے توبہ کرنے اور بہت سے اعمال خیر بجالانے کی توفیق

میسر آگئی۔ اللہ کرے کہ مطالعہ کرنے والوں پر اسی طرح کا اثر ہو اور وہ اس آنے والے کٹھن دن کے لئے تیاری کر سکیں۔ مؤلف و مترجم ہر دو کا خلوص اور درد مندی کتاب کی سطر سطر سے عیاں ہے۔ اور ہر دو مستحق تبریک ہیں۔

پہلی کتاب کبیرہ گناہوں کے حوالہ سے ہے۔ دو جامع ابواب کی حامل یہ کتاب ۲۱۹ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں فاضل مؤلف نے پندرہ بڑے بڑے گناہوں پر قلم اٹھایا ہے ---- یہ سارا مواد دوسرے باب میں ہے۔ پہلے باب کا عنوان "گناہوں کی حقیقت اور اثرات" ہے اور اس میں پانچ فصلیں ہیں ---- گناہ کبیرہ کیا ہے؟ ---- ارتکاب گناہ کے اسباب ---- دل پر گناہوں کے اثرات ---- انسان کی انفرادی زندگی پر گناہوں کے اثرات ---- اخروی زندگی پر گناہوں کے اثرات ---- یہ پانچ فصلوں کے عنوانات ہیں اور آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ان میں سے ہر عنوان کس قدر اہم ہے۔ اس کی معرفت ہم میں سے ہر شخص کے لئے بہت ضروری ہے۔ یہ معرفت ہمارے لئے خیر و بھلائی کا سبب بنے گی' ہم گناہوں کی معرفت کے سبب ان سے بچ سکیں گے' ان سے نفرت دل میں پیدا ہو گی اور اصلاح کا داعیہ اور جذبہ پیدا ہو گا۔

دوسرے باب کی ابتدا "شرک اکبر" سے ہوتی ہے جو ناقابل معافی گناہ ہے' جس پر قرآن عزیز کی نص قطعی جگہ جگہ نظر آتی ہے اور دنیا کا ہر شریف انسان اس بات کا معترف اور مقر ہے کہ شرک انسان کی ہستی کو فنا کرنے کا سبب اور ذلت و رسوائی کا باعث ہے۔ دوسرے باب میں "شرک اصغر" کے ضمن میں ریاکاری' غیر اللہ کے نام کی قسم' بدشگونی' دم جھاڑ اور تعویذ کی بعض صورتوں کا تذکرہ ہے۔ فاضل مؤلف نے شرکیہ دم جھاڑ اور تعویذ گنڈے کی مذمت پر بڑا مواد فراہم کیا ہے اور جو تعویذ اسمائے الٰہی وغیرہ کے حوالہ سے ہوں ان کی صحت پر دلائل دیئے ہیں جو عین اعتدال کی راہ ہے۔ اس کے بعد جادو' انسانی جان کا قتل' یتیم کا مال ہضم کرنا' سودی معاملات' میدان جنگ سے فرار' پاکدامن خواتین پر تہمت' والدین کی نافرمانی' جھوٹ اور جھوٹی گواہی' بیت اللہ کی حرمت کی پامالی' ترک نماز' زکوٰۃ ادا نہ کرنا' روزہ خوری اور حج ادا نہ کرنے پر ایک ایک مستقل فصل ہے' اور واقعہ یہ ہے کہ فاضل مؤلف نے حق ادا کر دیا ہے ---- پہلے ہر گناہ کی مکمل تعریف ہے اور پھر قرآن و سنت سے اس کے متعلق جو احکامات ہیں ان پر گفتگو کی گئی ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ کبیرہ گناہوں سے متعلق فاضل مؤلف کا کام ابھی جاری ہے اور بہت سے کبیرہ گناہ مثلاً زنا وغیرہ کا ذکر کتاب کی دوسری جلد میں کیا جائے گا۔ زیر نظر کتاب میں ہر چیز باحوالہ ہے تاکہ کوئی شخص بھی اصل ماخذ کی طرف آسانی سے رجوع کر سکے۔ عربی عبارات (قرآنی آیات و احادیث وغیرہ) کو اعراب کے ساتھ درج کیا گیا ہے تاکہ عام قاری بھی آسانی سے پڑھ سکے۔ ترجمہ و تشریح میں سادہ اور سہل عبارت استعمال کی گئی ہے۔ اس طرح شبیر

بن نور صاحب نے ایک ایسی چیز تیار کردی ہے جس کا انفرادی اور اجتماعی مطالعہ آج کی مادیت گزیدہ دنیا کے لئے بے حد مفید ہے۔ جو جماعتیں اور ادارے اصلاح خلق کے لئے سرگرم عمل ہیں ان کے لئے بطور خاص یہ ایک بڑا سرمایہ ہے۔ وہ اپنی مجالس میں دوسری کتابوں کے ساتھ اس کے اجتماعی مطالعہ سے بھی مفید کام لے سکتی ہیں۔

دونوں کتابیں اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ' ۱۳/ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور سے شائع ہوئی ہیں۔ پہلی کتاب کی قیمت -/۸۱ روپے اور دوسری کی -/۹۰ روپے ہے۔ ہر دو کتب کی کتابت و طباعت عمدہ' کاغذ اچھا اور ٹائٹل دیدہ زیب ہیں۔

## بقیہ: مطالعہ قرآن حکیم

اور نتیجۃً تم اس عذابِ استیصال کا نوالہ بن جاؤ جس کا شکار امم سابقہ ہو چکی ہیں۔ پس خواہ مخواہ کے لیت ولعل میں قیمتی مہلت ضائع نہ کرو۔ اور استغفار اور توبہ کے ساتھ اپنے رحیم اور ودود رب کا دامن عفو و کرم تھام لو!!

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

## بقیہ: ان الشرک لظلم عظیم

شرک کا شبہ تو نہیں ہے؟ پس شرک کے شبہ والے کام بھی چھوڑ دینے چاہئیں' مبادا شبہ سچ ہو اور بات ارتکابِ شرک تک پہنچ جائے اور کامیابی اور فلاح خسرانِ ابدی میں بدل جائے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے اشاعت کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

# مسلمانوں کی زبوں حالی کا اصل سبب اور اس کے تدارک کے لیے کرنے کا اصل کام

## شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (اسیرِ مالٹا) کے تاثرات

○

"میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن چھوڑ دینا، دوسرے آپس کے اختلاف اور خانہ جنگی۔ اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کردوں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے، بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی میں قائم کیے جائیں، بڑوں کو عوامی درسِ قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔"

(ماخوذ از وحدتِ امت، تالیف مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

○

پروفیسر حافظ احمد یار

# سورۃ البقرۃ

## آیات ۵۵-۵۶

> ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین اعداد (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیر مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحثِ اربعہ (اللغۃ، الاعراب، الرسم اور الضبط) میں سے زیر مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے یعنی علی الترتیب اللغۃ کے لیے ۱، الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳، اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیر بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲:۵:۱(۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵:۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲:۳۵ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

## ۲ : ۳۵ : ۱ اللغــة

[وَاِذْ] یہ اس سے پہلے البقرہ : ۵۱ و ۵۳ [۲ : ۳۳ : ۱] اور البقرہ : ۴۹ و ۵۰ [۲ : ۳۲ : ۱] میں گزر چکا ہے۔ (یعنی پانچ دفعہ قریباً) ترجمہ اس کا "اور جب کہ" ہی ہوگا۔

[قُلْتُمْ] کا مادہ "ق ول" اور وزن اصلی "فَعَلْتُمْ" ہے۔ اس کی اصلی شکل "قَوَلْتُمْ" تھی۔ اجوف (جیساکہ "ق ول" ہے) سے فعل مجرد کے فعل ماضی کی گردان کے آخری نو صیغوں (جمع مؤنث غائب تا۔ جمع متکلم) میں حرف علت (و یا ی) تلفظ اور کتابت سے ساقط کر دیا جاتا ہے اور ان (نو صیغوں) میں باب نصر اور کرم کی صورت میں فاء کلمہ کو (جو یہاں "ق" ہے) ضمہ (ـُـ) دے دیا جاتا ہے اور باقی تمام ابواب (مجرد) میں ف۔ کلمہ کو کسرہ (ـِـ) دی جاتی ہے۔ اس طرح قَوَلْتُمْ۔ قَالْتُمْ (واو متحرک ما قبل مفتوح الف میں بدل گئی)۔ قَلْتُمْ (التقائے ساکنین "الف و ل" کے باعث الف کے گر جانے سے)۔ قُلْتُمْ (کیونکہ یہ فعل باب نصر سے ہے لہٰذا فاء کلمہ مضموم ہوگیا)

● اس مادہ سے فعل مجرد "قال یقول قولاً" (بمعنی کہنا) کے اب تک متعدد صیغے گزر چکے ہیں ویسے اس فعل کے باب معنی اور استعمال پر البقرہ : ۸ [۲ : ۷ : ۱ (۴)] میں مفصل بات ہو چکی ہے "قُلْتُمْ" اس فعل مجرد سے ماضی معروف کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے جس کا ترجمہ ہے "تم نے کہا":

[یٰمُوْسٰی] میں "یا" تو حرف ندا بمعنی "اے" ہے یعنی "اے موسیٰ" اردو محاورے میں یہاں حرف ندا کا ترجمہ حذف بھی ہو سکتا ہے۔

**۲ : ۳۵ : ۱ (۱)** [لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ] میں "نؤمن" کا مادہ "ا م ن" اور وزن "نُفْعِلَ" ہے۔ یعنی یہ اس مادہ (أمن) سے باب افعال (آمن یؤمن) کے فعل مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے جو "لن" کی وجہ سے منصوب ہو کر آیا ہے۔ یہ حرف (لَنْ) مضارع میں بزمانہ مستقبل زور اور تاکید کے ساتھ انکار اور نفی کے معنی پیدا کرتا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ "ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ" یا حرف "ہرگز نہیں" سے کیا جا سکتا ہے۔ اس مادہ (أمن) سے فعل مجرد کے باب اور معنی وغیرہ پر البقرہ : ۳ [۲ : ۲ : ۱ (۱)] میں بات ہوئی تھی۔ وہاں اس کے باب افعال کے معانی اور استعمال کے ضمن میں یہ بھی بیان ہوا تھا کہ یہ فعل (آمن یؤمن) صلہ کے بغیر اور مختلف صلات کے ساتھ مختلف معنی دیتا ہے مثلاً "آمَنَ ب . . . :" کے معنی ہیں "۔ . . . پر ایمان لانا" اور "آمن ل . . . :" کا مطلب ہے "۔ . . کو باور کرنا، . . . . . کی بات سچی ماننا، . . . . کا یقین کر لینا" یہاں زیر مطالعہ عبارت میں جو فعل کے ساتھ "لَکَ" لگا ہے (جس کا لفظی ترجمہ تو "تیرے لیئے ہونا چاہیے) اس میں لام الجر (جو ضمیر کے ساتھ مفتوح آیا ہے) فعل (آمن) کا صلہ ہے جس کے معنی اوپر بیان ہوئے ہیں۔

● اسی لیے یہاں اس عبارت (لن نومن لک) کا ترجمہ بیشتر اردو مترجمین نے "ہم ہرگز یقین نہ کریں گے تیرا / ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے / ہرگز تیرا یقین نہ کریں گے" سے کیا ہے۔ بعض نے "ہم یقین نہ کریں گے تیرا" سے ترجمہ کر دیا ہے اس میں "لن" کا ترجمہ نظر انداز ہو گیا ہے۔ بعض نے "ہم تو کسی طرح تمہارا یقین کرنے والے نہیں" سے ترجمہ کیا ہے جو محاورے کے لحاظ سے اچھا ترجمہ ہے "ہرگز نہیں" کا مفہوم بھی "تو کسی طرح نہیں" میں آ گیا ہے مگر جملہ فعلیہ کی بجائے جملہ اسمیہ سے ترجمہ کر دیا گیا ہے یہ عبارت سے ہٹنے والی بات ہے اصل عبارت "لن نومن لک" ہے مگر ترجمہ "ما نحن بمؤمنین لک" کی صورت میں ہو گیا ہے۔ بعض نے "ہرگز نہ مانیں گے" سے ترجمہ کیا ہے۔ یہاں بھی بعض نے "ہم کبھی ماننے والے نہیں تیری بات" سے ترجمہ کیا ہے۔ یہ بھی محاورہ درست مگر بلا وجہ اصل الفاظ (فعل) سے (اسم کی طرف) انحراف ہے۔ بعض نے "ہم ہرگز باور نہ کریں گے" کو اختیار کیا ہے "باور کرنا، ماننا، یقین کرنا" سب موزوں تراجم ہیں۔ تاہم بعض حضرات نے "ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے" سے ترجمہ کر دیا ہے جو اس صلہ (ل) کے ساتھ درست نہیں ہے۔

۲:۳۵:۱ (۲) [حَتّٰی] بظاہر اس کی شکل ایسی ہے کہ گویا یہ "ح ت ی" مادہ سے باب تفعیل کا صیغہ ماضی (مثل وَصّٰی اور غَشّٰی) ہے۔ مگر یہ فعل نہیں ہے۔ بعض نحوی اسے اسم سمجھتے ہیں اور اس کا مادہ "ح ت ت" اور وزن "فعلی" بتاتے ہیں[۱] تاہم اہل لغت کی اکثریت کے نزدیک یہ ایک حرف ہی ہے۔ معاجم (ڈکشنریوں) میں اسے اسی مادہ (ح ت ت) کے تحت ہی بیان کیا جاتا ہے اگرچہ اس کا اس مادہ (حتت) کے مشتقات (اسماء اور افعال) سے بلحاظ معنی کوئی ربط نہیں ہے۔ اور اس مادہ سے قرآن کریم میں کبھی کوئی اور لفظ (اسم یا فعل) استعمال نہیں ہوا۔

● "حتی" حروف عاملہ میں سے ہے اور بلحاظ معنی اس میں ہمیشہ کسی غایت (کسی ابتدا کی انتہا) کا (یعنی کسی جگہ یا وقت یا شخص یا کام یا چیز "تک" کا) مفہوم ہوتا ہے۔ اس لیے بعض نحوی (بلحاظ معنی) اسے "حرف الغایۃ" بھی کہتے ہیں۔ اس کا مابعد اس کے ماقبل کی غایت اور نہایت یا حد کو ظاہر کرتا ہے۔ اردو میں اس کا ترجمہ قریباً ... تک ... کی حد تک" کیا جا سکتا ہے۔

اپنے عمل کے لحاظ سے یہ بنیادی طور پر حروف جارّہ میں شمار ہوتا ہے مگر یہ جارّہ ہونے کے علاوہ کبھی "ناصبہ" ہوتا ہے (نصب دیتا ہے) اور کبھی "عاطفہ" بھی ہوتا ہے (یعنی حسب عطف اعراب دیتا ہے)۔ ہر ایک کی تفصیل یوں ہے:

● حتّی الجارّۃ: یہ قریباً "الٰی" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور اپنے مجرور کے بارے

---

[۱] اور اس کے معنی (کسی کام یا چیز سے) فراغت (پالینا) ہیں دیکھیے Lane کی مد القاموس نیز اللسان تحت "ح ت ت"۔

میں" انتهاء الغاية" کے معنی دیتا ہے۔ اس میں عموماً مجرور سے پہلے غایت (حد) کے ختم ہونے کا مفہوم ہوتا ہے یعنی اس کا مجرور اس غایت (حد) سے باہر سمجھا جاتا ہے مثلاً" اکلتُ السمکۃَ حتی راسِھا" (میں نے مچھلی اس کے سر تک کھالی یعنی صرف سر نہیں کھایا باقی کھالی)۔ اس کی قرآنی مثال "ھی حتی مطلع الفجر" (القدر: ۵) میں ہے یعنی اس رات (لیلۃ القدر) کی یہ (سلامتی والی کیفیت مطلع الفجر (طلوع صبح صادق) کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔

● "حَتّٰی" الناصبہ: جب "حتی" فعل مضارع سے پہلے آئے تو اس کے ساتھ "اَن" مقدّر سمجھا جاتا ہے یعنی "حتی" دراصل "حتی اَن" (یہاں تک کہ) ہوتا ہے اور اس لیے یہ فعل مضارع کو لازماً نصب دیتا ہے بشرطیکہ زمانۂ تکلم (جب بات کی جارہی ہو) کے لحاظ سے وہ فعل زمانۂ مستقبل میں (آئندہ) ہو جیسے "لن نبرح علیہ عاکفین حتی یرجع الینا موسیٰ" (طٰہٰ: ۹۱) میں ہے (یعنی ہم تو اس پر سے نہیں ٹلیں گے یہاں تک کہ موسیٰ واپس آجائیں گے)۔ اور اگر اس فعل (جو "حتی" کے بعد مذکور ہے) کا تعلق زمانۂ تکلم کی نسبت زمانہ ماضی سے ہو تو پھر اس فعل کی رفع اور نصب دونوں جائز ہوتی ہیں۔ جیسے "وَزُلزِلوا حتی یقولُ الرَّسُولُ" (البقرہ: ۲۱۴) میں "یقولُ یا" یقولَ" دونوں طرح (ازروئے قواعد) درست ہے[1]۔ ("وہ ہلا ڈالے گئے حتی کہ رسولؐ کہہ اٹھے") یعنی یہاں "حتی" کے بعد والا فعل (یقول) بمعنی "قال" (ماضی) ہی آیا ہے)

بلحاظ مفہوم یہ (حتی ناصبہ) حسب موقع تین معنی دیتا ہے۔

(۱) کبھی تو اس میں" انتهاء الغايــة" (وقت یا جگہ کی حد) یعنی "إلىٰ أن" (اس وقت تک کہ، یہاں تک کہ) کے معنی ہوتے ہیں جیسے "حتی یرجعَ الینا موسیٰ" (طٰہٰ: ۹۱) میں ہے۔ (اس کے معنی ابھی اوپر بیان ہوتے ہیں)

(۲) کبھی یہ "تعلیل" (وجہ بتانے) کے لیے آتا ہے یعنی "کَیْ اَن" (تاکہ، اس غرض سے کہ) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے "ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم" (البقرہ: ۲۱۷) میں ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ "وہ تم سے لڑتے ہی چلے جائیں گے تاکہ تم کو تمہارے دین سے لوٹا دیں"۔

(۳) اور کبھی یہ (حتی) "استثناء" کے لیے بھی آتا ہے یعنی "إلاّ أنْ" (سوائے اس کے کہ...)

---

[1] (حاشیہ صفحہ گزشتہ) تاہم یہاں قرآنی قرارت نصب (یقولَ) ہی کی ہے۔ قرارت کی اصل روایت کی سند ہوتی ہے نہ کہ گرامر کے امکانات۔ یہاں صرف گرامر (نحو) کا ایک قاعدہ بیان ہوا ہے یعنی اگر یہ عبارت قرآن میں نہ ہوتی تو "یقولُ" کو دونوں طرح پڑھنا درست ہوتا۔

کے معنی دیتا ہے جیسے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (آل عمران: ۹۲)
اگر "حتی" فعل ماضی پر داخل ہو تو اس کا کوئی عمل نہیں ہوتا جیسے "حتی عفوا" (الاعراف: ۹۵) میں ہے۔

● "حتی" العاطفہ: کبھی "حتی" کسی اسم سے پہلے بطور حرف عطف بھی آتا ہے اور اس وقت یہ واو العطف (وَ) یعنی "اور" یا "بھی" (أیضًا) کے معنی دیتا ہے اور "حتی" کے بعد آنے والے اسم کا اعراب اس کے ماقبل کا سا ہوتا ہے رفع ہو یا نصب یا جرّ۔ مثلاً (۱) "رجع الحجاجُ حتی المشاۃُ" (سب حاجی واپس آ گئے اور (یہاں تک کہ) پیدل بھی)۔ یہاں "حتی" نے "المشاۃ" (جمع ماشی) کو رفع دی ہے کیونکہ یہ سابق فاعل (الحجاجُ) پر عطف ہے۔ (۲) "اکلتُ السمکۃَ حتی راسَھا" (میں نے مچھلی کھالی اور (یہاں تک کہ) اس کا سر بھی کھا لیا۔ یہاں "حتی" نے "راسھا" کو نصب دی ہے کیونکہ یہ سابق مفعول "السمکۃ" پر عطف ہے۔

(اس جملے کا اور "حتی الجارۃ" میں بیان کردہ اسی قسم کے جملے سے مقابلہ کیجئے اور دونوں جملوں میں "راسَھا" کے اعراب نصب و جر کی وجہ اور معنی کے فرق پر غور کیجئے۔) اور (۳) "عجبتُ من القوم حتی بنیھِم" (مجھے وہ لوگ پسند آئے اور (یہاں تک کہ) ان کے بیٹے بھی)۔ یہاں "حتی" کے بعد "بنیھم" سابق مجرور بالجر "القوم" پر عطف ہو گیا ہے۔

● "حتی" کے بارے میں مندرجہ بالا تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حرف (حتّٰی) کا اُردو ترجمہ حسبِ موقع مندرجہ ذیل صورتوں میں کیا جا سکتا ہے:-

(۱) یہاں تک کہ (۲) جب تک کہ (اردو محاورے کے مطابق اس کے بعد ایک منفی جملہ لگانا پڑتا ہے یعنی "حتی" کے بعد والے فعل کا ترجمہ نفی کے ساتھ کرنا پڑتا ہے اس کی وضاحت ابھی آگے "نری" کے ترجمے کے ذریعے ہوگی) (۳) سوائے اس کے کہ (۴) نتیجہ یہ کہ (۵) ..... تک (۶) ..... بھی (۷) ..... سمیت (۸) تاکہ (۹) ..... تک بھی (۱۰) اور ..... بھی (۱۱) اور خود "حتی کہ" جو اردو میں بھی مستعمل ہے۔

"حتی" کے متعلق یہ امور ذہن میں رکھیے یہ آگے چل کر "حتی" کے معنی سمجھنے اور متعین کرنے میں مدد دیں گے۔

**۲:۳۵:۱ (۳)** [نَرَی اللّٰہَ] اسم جلالت (اللہ) کی لغوی بحث الفاتحہ: ۱ [۱:۱:۱(۲)] میں گزر چکی ہے اور اعرابی بحث آگے آئے گی۔ "نَرَی" کا مادہ "ر أ ی" اور وزن اصلی "نفعَلُ" ہے۔ اس کی اصلی شکل "نَرْأَیُ" بنتی تھی جس میں "یاء متحرکہ ماقبل مفتوح الف میں بدل جاتی ہے (لفظ "نَرْأَیٰ" ہو جاتا

ہے)۔ پھر خلافِ قیاس ہمزہ کی فتحہ (َ) اس کے ماقبل صحیح ساکن (ر) کو دے دی جاتی ہے (عام طور پر صرف حرفِ علت "و یا ی" کی حرکت ہی ماقبل ساکن حرفِ صحیح کو منتقل ہوتی ہے ہمزہ حرفِ علت نہیں ہے) اور ہمزہ (عین کلمہ) کو بھی حرفِ علت کی طرح تلفظ اور کتابت سے ساقط کر دیا جاتا ہے یعنی نَرْ أَيُ ← نَرَأْيُ (جس کا تلفظ "نَرَآ" بنتا ہے) = نَرَأْيُ (جس میں ساکن ہمزہ کا الف مقصورہ (ی) سے پہلے تلفظ ممکن نہیں لہٰذا اسے بھی گرا دیا جاتا ہے) = نَرَىٰ (جس کا تلفظ "نَرَا" رہ جاتا ہے اور ہمارے ضبط کے مطابق "نَرَىٰ" لکھا جاتا ہے) مگر یہاں اسے آگے ملانے کے لیے "نَرَى" ہی لکھا گیا ہے یعنی "نَرَ" آگے اسم جلالت "اللہ" سے ملا کر پڑھی جاتی ہے۔ مزید وضاحت بحث "الضبط" میں ہو گی۔

● اس ثلاثی مادہ سے فعل مجرد "رَأَىٰ ...... يَرَىٰ" (دراصل رَأَيَ يَرْأَيُ) رُؤْيَةً (باب فتح سے) آتا ہے اور اس کے معنی "...... کو آنکھ سے دیکھنا" ہوتے ہیں۔ اور اسی باب سے مگر "رُؤْيًا" مصدر کے ساتھ اس فعل کے معنی "خواب میں دیکھنا" ہوتے ہیں۔ اور یہی فعل اس باب سے "رَأْيًا" مصدر کے ساتھ "عقل سے دیکھنا" کے معنی دیتا ہے جسے اردو میں "رائے رکھنا" بھی کہتے ہیں۔

● اس فعل کے صیغہ ماضی میں بھی "رَأَيَ" کی یاء متحرکہ ماقبل مفتوح الف میں بدل کر صیغہ "رَأَىٰ" ہو جاتا ہے جسے "رَآ" پڑھا جاتا ہے۔ اور صیغہ مضارع "يَرْأَيُ" اوپر "نری" کے لیے بیان کردہ قاعدہ کے مطابق "يَرَىٰ" ہو جاتا ہے جسے "يَرا" پڑھا جاتا ہے = چونکہ یہ ایک فعل ناقص ہے (جس میں لام کلمہ "ی" ہے) اور پھر اس میں ہمزہ سے بھی حرف علت کا معاملہ (اجوف کی طرح) ہو جاتا ہے اس لیے اس کے دیگر صیغوں میں بھی اصلی شکل بدل جاتی ہے یعنی عربوں کا طریق تلفظ اسے مختلف شکلیں دیتا ہے۔ قرآن کریم میں اس فعل مجرد سے اٹھارہ کے قریب صیغے (رأى - رأت - رأوا - رأيتُ - رأيتمُ - رأينَ - أرى - لم أرَ - لم ترَ - ترى - ترَوْن - لم ترَوا - ترَوُنَّ - ترَيِنَّ - نرى - يرى - يرَوْن - يروا - يُرى) ۱۴۷ مقامات پر آئے ہیں۔

● اس فعل سے فعل امر مخاطب "رَ - رَيَا - رَوْا - رَيْ - رَيَا - رَيْنَ" کی صورت میں استعمال ہوتا ہے (جن کی اصلی شکل "إِرْأَيْ - إِرْءَيَا إِرْأَوْا - إِرْأَيِي - إِرْأَيَا اور إِرْأَيْنَ" تھی تھی) امید ہے آپ ہر صیغے میں ہونے والی تعلیل کو سمجھ لیں گے۔ تاہم قرآن مجید میں اس فعل مجرد سے فعل امر کا کوئی صیغہ کہیں استعمال نہیں ہوا۔

فعل مجرد کے علاوہ اس مادہ (رأی) سے مزید فیہ کے ابواب افعال، تفاعل اور مفاعلہ سے مختلف

صیغہ ہائے فعل قریباً پچاس جگہ اور مختلف اسمائے مشتقہ اور مصادر قرآن کریم میں ۱۲ جگہ وارد ہوئے ہیں۔

● زیر مطالعہ لفظ "نری" اسی فعل مجرد (رأی یری) سے فعل مضارع منصوب کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ اس کا ترجمہ "ہم دیکھتے ہیں" یا "ہم دیکھیں گے" کے ساتھ ہو سکتا ہے مگر یہاں اس سے پہلے "حتیٰ" آگیا ہے[1] جس کا ترجمہ یہاں "یہاں تک کہ" یا "جب تک کہ" کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے۔ بظاہر یہ دونوں ترجمے "یکساں" ہیں مگر اردو محاورے میں ان کا استعمال مختلف ہے۔ "یہاں تک کہ" کے ساتھ تو "حتیٰ" کے بعد آنے والے فعل کا ترجمہ اسی طرح مثبت جملے کی شکل میں ہو سکتا ہے جس طرح اصل عربی میں ہے یعنی "یہاں تک کہ دیکھیں ہم اللہ کو" اور "یہاں تک کہ ہم (خود) دیکھ لیں اللہ کو" کی صورت میں۔ تاہم بہت کم مترجمین نے اس طرح (مثبت) ترجمہ کیا ہے۔ بیشتر مترجمین نے "جب تک کہ" کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ اور اردو محاورے میں اس (جب تک کہ) کے بعد منفی جملہ لانا پڑتا ہے۔ اس لیے ان حضرات کو یہاں "نری" کا ترجمہ "لا نری" کی طرح کرنا پڑا (حالانکہ عربی میں "حتیٰ" کے بعد جملہ مثبت ہی ہے یعنی "حتی نری اللہ" کا ترجمہ "جب تک ہم خدا کو دیکھ نہ لیں" یا "جب تک ہم خدا کو نہ دیکھ لیں گے" کی صورت میں کیا ہے ——— بیشتر مترجمین نے یہاں "نری" کی ضمیر فاعلین (نحن) کا ترجمہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور صرف "جب تک کہ نہ دیکھیں اللہ کو" "جب تک کہ دیکھ نہ لیں اللہ کو" "جب تک خدا کو دیکھ نہ لیں" اور "جب تک اللہ کو دیکھ نہ لیں" کی صورت میں ترجمہ کر دیا ہے۔ جو بلحاظ محاورہ درست سہی تاہم "نحن" (ہم) کے ساتھ ترجمہ کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس کے بغیر ترجمہ سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ دیکھنے والے "ہم" ہیں یا "وہ" ہیں یا "آپ" ہیں۔ ضمیر "ہم" لگانے سے ترجمہ واضح ہو جاتا ہے۔

**۲ : ۳۵ : ۱ (۴)** [جَهْرَةً] کا مادہ "ج ہ ر" اور وزن (بصورت رفع) "فَعْلَةٌ" ہے۔ اس مادہ سے فعل مجرد مختلف ابواب سے مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱) جھَر یجھَر جَھْرًا (باب فتح سے) کے ایک معنی "ظاہر ہونا، کھلم کھلا ہونا" (فعل لازم) ہوتے ہیں۔ زیادہ تر اس کا تعلق آنکھ یا کان سے ہوتا ہے یعنی "ظاہر دکھائی دینا یا کھلم کھلا سنائی دینا" اور اسی باب سے فعل کو باء (بِ) کے ساتھ متعدی بھی استعمال کیا جاتا ہے یعنی "جھَرَ بالکلامِ / بالقولِ" = (بات کو) آواز بلند کہنا یا بولنا" اور باء کے بغیر بھی متعدی استعمال ہوتا ہے مثلاً "جھَرَ الکلامَ" کے معنی بھی وہی

---

[1] اس کے استعمال اور معانی پر ابھی اوپر ۲ : ۳۵ : ۱ (۲) میں بحث ہو چکی ہے۔ یہاں اسی کی وجہ سے مضارع منصوب ہوا ہے۔ مزید بحث "الاعراب" میں آئے گی۔

ہیں جو"جھر بالکلام" کے ہیں - بلند آواز (قدرتی) والے آدمی کو"جھیرُ الصوتِ" کہتے ہیں - اور اسی باب (فتح) سے اسی مصدر کے ساتھ اس فعل کے معنی"کسی چیز کو کھلم کھلا سامنے دیکھنا" بھی ہوتے ہیں مثلاً کہتے ہیں جھرَ الشیئَ = اس نے چیز کو کھلم کھلا دیکھا (اس کا فعل لازم جھرَ الشَّیئُ = چیز کھلم کھلا نظر آئی" سے مقابلہ کیجئے) - اور اسی باب سے "جھرتِ الشمسُ فلانًا" کے معنی "سورج نے فلاں کی آنکھیں چندھیا دیں" بھی ہوتے ہیں - (۲) جھِر یجھَر جھرًا (باب سمع سے) کے معنی "سورج کی روشنی کے باعث آنکھوں کا چندھیا جانا" ہوتے ہیں مثلاً کہتے ہیں" جھِرت العینُ آنکھ چندھیا گئی - اور (۳) جھُر یجھُر جِھَارۃً (باب کرم سے) آئے تو اس کے ایک معنی تو"آواز کا بلند ہونا" ہوتے ہیں - نیز اس کے معنی"جسم (اور جسمانی حسن) کا بھرپور (مکمل) ہونا" بھی ہوتے ہیں ایسے مرد کو" اَجھَرُ" اور مؤنث کو"جَھْرَاءُ" کہتے ہیں -

● عربی ڈکشنریوں میں آپ کو اس فعل مجرد کے مندرجہ بالا بیان کردہ کے علاوہ اور بھی متعدد معانی اور استعمالات مل جائیں گے۔

تاہم قرآن کریم میں (بلحاظ باب و معنی) صرف (مندرجہ بالا) پہلا استعمال "جھَر یجھَر" ہی آیا ہے۔ اور وہ بھی ہر جگہ "متعدی بالباء" ہو کر (فعل) آیا ہے بمعنی "بلند آواز سے بولنا یا آواز کو بلند کرنا"۔ اس فعل مجرد سے چار مختلف صیغے چار ہی جگہ آئے ہیں - فعل مجرد کے علاوہ اس مادہ سے فعل مجرد کا مصدر"جَھْرٌ" معرفہ نکرہ مفرد مرکب مختلف صورتوں میں ۹ جگہ آیا ہے - اور باب مفاعلہ سے صرف مصدر"جِھار" ایک ہی جگہ آیا ہے - ان پر حسبِ موقع بات ہو گی - ان شاء اللہ۔

● زیر مطالعہ لفظ "جَھْرَۃ" کو بعض نے اس فعل (جھَرَ یجھَر) کا ایک مصدر قرار دیا ہے[1] یعنی ظاہر ہونا یا کرنا"۔ اکثر اصحاب لغت نے اسے اسم صفت کہا ہے[2] یعنی "ما ظھرَ (آشکار، ظاہر یا بر کھلم کھلا) کے معنی میں لیا ہے - عربی میں کہتے ہیں "رآہ جھرۃً = اس نے اس کو بلا حجاب بغیر کسی اوٹ یا پردہ کے دیکھا" اور کلّمہ جھرۃً "اس نے اس سے کھلم کھلا بات کی"۔

● مندرجہ بالا معانی کو مدنظر رکھتے ہوئے اردو مترجمین نے زیر مطالعہ آیت میں "جھرۃً" کا ترجمہ"ظاہر، سامنے، علانیہ طور پر، ظاہر میں، علانیہ اور کھلم کھلا" سے کیا ہے - اس پر مزید بحث آگے "الاعراب" میں آئے گی جس میں اس ترجمہ کی نحوی بنیاد کے متعلق بات کی جائے گی۔

---

[1] مثلاً المنجد، اعراب القرآن للنحاس ج ۱ ص ۲۲۷، التبیان للعکبری ج ۱ ص ۶۴ -

[2] دیکھئے القاموس للفیروز آبادی - المعجم الوسیط، Lane کی مدالقاموس اور اقرب الموارد" تحت مادہ "جھر ۃ"۔

[فَاَخَذَتْكُمُ] یہ فاء (فَ) عاطفہ بمعنی "پس، تو پھر" + اَخَذَتْ (جس پر ابھی بات ہوگی) + ضمیر منصوب "کُمْ" (جس کی میم کو آگے ملانے کے لیے ضمہ (ـُ) دیا گیا ہے) بمعنی "تم کو" کا مرکب ہے۔ "اَخَذَتْ" کا مادہ "ا خ ذ" اور وزن "فَعَلَتْ" ہے یعنی یہ اس فعل مجرد سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ اس مادہ سے فعل مجرد "اَخَذَ یَأْخُذُ اَخْذًا" (پکڑنا، گرفت کرنا، لینا وغیرہ) کے باب اور معانی وغیرہ پر البقرہ: ۴۸ [۲: ۳۱: ۱ (۵)] میں مفصل بحث ہو چکی ہے۔ اردو مترجمین نے یہاں "پکڑنا" کے علاوہ "آلینا" "آپڑنا" "آدبوچنا، گھیر لینا" سے بھی ترجمہ کیا ہے یعنی "فَأَخَذَتْكُمْ" کا ترجمہ "پس / تو پھر پکڑا تم کو، تمہیں پکڑ لیا، لیا تم کو، آلیا تم کو، آلیا تمہیں، تم کو آلیا، تم کو آگھیرا، آدبوچا تم کو، تم کو دبوچ لیا اور آپڑی تم پر" ظاہر ہے ان میں سے بعض تراجم (مثلاً دبوچنا، گھیرنا، آپڑنا) اردو محاورے کے لحاظ سے زور دار تراجم تو ہیں مگر اصل فعل کے مفہوم سے ضرور ہٹ کر ہیں۔

۲: ۳۵: ۱ (۵) [الصّٰعِقَةُ] جس کی رسم املائی "الصاعقة" ہے اس کا مادہ "ص ع ق" اور وزن لام تعریف نکال کر "فَاعِلَةٌ" ہے۔ اس مادہ سے فعل مجرد "صَعِقَ یصعَق صَعْقًا و صَعَقًا (سمع و فتح سے) کے معانی اور استعمال پر نیز لفظ "صاعقة" کی مکمل وضاحت اس سے پہلے البقرہ: ۱۹ [۲: ۱۴: ۱ (۹)] میں کی جا چکی ہے۔ اسی لیے بیشتر اردو مترجمین نے "الصاعقة" کا ترجمہ "بجلی نے"، "کڑک نے" اور "بجلی کی کڑک نے" سے ہی کیا ہے۔ یہ "نے" اردو میں سابقہ متعدی فعل "فاخذتکم" (تو پھر آپکڑا تم کو / آلیا تم کو) کے فاعل کی مناسبت سے لگانا پڑتا ہے۔ ورنہ "الصاعقه" کے اصل معنی تو "بجلی" یا "کڑک" ہی ہیں۔

[وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ] یہ ایک پورا جملہ ہے جس میں "وَ" عاطفہ یا حالیہ (بمعنی "اور" یا "اس حالت میں کہ") ہے اور "انتم" ضمیر مرفوع منفصل بمعنی "تم" ہے۔ "تَنْظُرُوْنَ" کا مادہ "ن ظ ر" اور وزن "یَفْعُلُوْنَ" ہے۔ اس مادہ سے فعل مجرد نظر ینظر نظرًا (دیکھنا، نظر ڈالنا وغیرہ) کے باب، معنی اور استعمال پر البقرہ: ۵۰ [۲: ۳۲: ۱ (۱۴)] میں بات گزر چکی ہے۔ بلکہ خود یہی جملہ (وانتم تنظرون) اور اس کے تراجم۔ (اور تم دیکھتے تھے، اور تم دیکھ رہے تھے، تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، تم دیکھا کیے" وغیرہ) بھی وہاں بیان ہو چکے ہیں۔

۲: ۳۵: ۱ (۶) [ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ] یہ ثُمَّ + بعثنا + کم کا مرکب ہے "ثُمَّ" (بمعنی پھر، اس کے بعد) کے معنی اور استعمال پر قدرے تفصیلی بات البقرہ: ۲۸ [۲: ۲۱: ۱ (۴)] میں ہوئی تھی۔ آخری ضمیر منصوب "کم" بمعنی "تم کو" ہے۔ فعل بعثنا" (جس کے رسم قرآنی پر آگے "الرسم" میں بات ہوگی) کا مادہ "ب ع ث" اور وزن "فَعَلْنَا" ہے۔ اس سے فعل مجرد "بعَثَ ... یبعَثُ بَعْثًا و بِعْثَةً"

(باب فتح سے) کے بنیادی معنی تو ہیں "...... کو اٹھا دینا یا اٹھانا" مثلاً کہتے ہیں "بعث الناقۃ" "اس نے بیٹھی ہوئی (بارکۃ) اونٹنی کو اس کی ٹانگ کی رسی (عقال) کھول کر آزاد کر چھوڑا۔ اٹھا کر کھڑا کر دیا۔" پھر ان ہی بنیادی معنی سے اس فعل میں کئی اور معنی پیدا ہوتے ہیں مثلاً (۱) نیند سے اٹھا دینا جگا دینا۔ کہتے ہیں بعث فلاناً من نومہ: (اس نے فلاں کو اس کی نیند سے اٹھا دیا)۔ (۲) پھر اسی سے یہ فعل "مردوں کو جلا دینا۔ دوبارہ زندہ کرنا" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے "والموتٰی یَبعثُہُم اللہ" (الانعام: ۳۶) (اور جو مر چکے ہیں اللہ ان کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا)۔ یہ استعمال قرآن کریم میں بکثرت آیا ہے اور (۳) یہ فعل ...... (صرف کسی خاص شخص کو) یا (اسی کو ہی) بھیجنا" کے معنی بھی دیتا ہے یعنی کسی خاص مقصد کے لیے بھیجنا۔ اسی سے یہ فعل قرآن کریم میں انبیا کے اپنی قوموں میں کھڑے ہونے (یا بھیجے جانے) کے معنی میں استعمال ہوا۔ جیسے "ولقد بعثنا فی کل امۃٍ رسولاً" (النحل: ۳۶) = (اور ضرور ہم نے ہر امت میں ایک رسول اٹھایا (بھیجا))۔

● قرآن کریم میں اس فعل کا مشہور استعمال "بعثت انبیاء" اور "بعثت بعد الموت" کے لیے ہی ہوا ہے اگرچہ اس کے علاوہ یہ فعل دیگر متعدد معانی کے لیے بھی استعمال ہوا ہے مثلاً (سابقہ چار معانی کے علاوہ) (۱) ..... کو آمادہ کرنا' (۲) ..... کو پہنچانا' (مقام پر) فائز کرنا (۳) بیدار کرنا۔ (۴) مقرر کرنا (۵) برپا کرنا (۶) آزاد کر دینا۔

عام طور پر یہ فعل متعدی مفعول بنفسہ کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے کبھی اس کا متعلق فعل "بِ، الی، علی یا مِن" کے صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ اس کے مندرجہ بالا معانی اور استعمالات کی مثالیں آگے چل کر ہمارے سامنے آئیں گی۔ ان شاء اللہ۔

● زیر مطالعہ لفظ "بعثنا" اس فعل مجرد سے فعل ماضی مع ضمیر تعظیم "نحن" ہے۔ مندرجہ بالا معانی کو مدنظر رکھتے ہوئے بیشتر اردو مترجمین نے اس عبارت (ثم بعثنا کم) کا ترجمہ "پھر اٹھا کھڑا کیا ہم نے تم کو" سے ہی کیا ہے۔ بعض نے "پھر جلایا ہم نے تم کو/ ہم نے تمہیں زندہ کیا/ از سر نو زندہ کر دیا" سے ترجمہ کیا ہے۔ جب کہ بعض نے "زندہ کرنا" اور "اٹھانا" کو ملا کر ترجمہ "ہم نے تم کو زندہ کر اٹھایا/ جلا اٹھایا" کی صورت میں کیا ہے۔ یہاں "زندہ کر اٹھانا" سے مراد کیا ہے اس کے لیے کسی مستند تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

[مِنۢ بَعۡدِ مَوۡتِکُمۡ] جو مِن + بعد (کے بعد) + مَوۡت (موت) + کم (تمہاری) کا مرکب ہے۔ "بعد" اور "من بعد" کے استعمال اور معنی پر البقرہ: ۵۱ [۲:۳۱:۱(۷)] میں بات ہو چکی ہے۔ لفظ "مَوۡت" (جو قرآن کریم میں مفرد مرکب واحد جمع مختلف صورتوں میں پچاس سے زائد جگہ آیا ہے)

اردو میں عام مستعمل ہے اور اس کا ترجمہ کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی۔ تاہم اس کی لغوی اصل (مادہ)، وزن، باب اور معنی استعمال کی وضاحت البقرہ : ۱۹ [۲:۱۴:۱(۱۳)] اور البقرہ : [۲:۲۱:۱(۲)] میں کی جا چکی ہے۔ یہاں "من بعد موتکم" کا سادہ لفظی ترجمہ تو "تمہاری موت کے بعد" بنتا ہے تاہم بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ "مرگئے پیچھے" "تمہارے مرجانے کے بعد" "تمہاری موت کے بعد، مرے پیچھے اور موت آجانے کے بعد" سے کیا ہے۔ خیال رہے کہ اس "موت کے بعد" کے ذکر کی وجہ سے سابقہ فعل "بعثنا" کا ترجمہ "زندہ کر دینا" کے ساتھ موزوں تھا۔ اگرچہ لفظی ترجمہ "اٹھا دینا" میں بھی مفہوم زندہ کرنے کا ہی تھا۔

[لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ] ٹھیک یہی جملہ اس سے پہلے البقرہ : ۵۲ [۲:۳۳:۱(۱۰)] میں گزر چکا ہے۔ اور اس کی لغوی تشریح اور تراجم بھی وہاں بیان ہو چکے ہیں۔

## ۲:۳۵:۲ الاعراب

زیر مطالعہ دو آیات دراصل تو پانچ جملوں پر مشتمل ہیں۔ جو بلحاظ معنی ہی نہیں بلکہ فائے عاطفہ، واو حالیہ اور "ثم" عاطفہ کے ذریعے بھی باہم مربوط ہیں۔ ہر ایک حصے کی الگ الگ اعرابی بحث یوں ہے:

(۱) واذ قلتم یموسی۔ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃً :

[وَ] استیناف کی بھی ہو سکتی ہے اور سابقہ جملے (آیت) پر عطف کے لیے بھی [اِذْ] ظرفیہ (بمعنی جس وقت۔ جب) ہے جو ایک فعل محذوف "اذکروا" سے متعلق ہے ("وَاِذْ" کی ترکیب گزشتہ آیات میں کئی بار آئی ہے) [قُلْتُم] فعل ماضی معروف مع ضمیر فاعلین مستتر "انتم" ہے۔ [یا] حرف ندا اور [موسی] منادی مفرد (لہٰذا) مرفوع ہے اسم مقصور ہونے کے باعث علامت رفع ظاہر نہیں ہے [لَنْ] حرف نفی ہے جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اور اس میں مستقبل کے معنی پیدا کرتا ہے (یعنی ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ) [نؤمن] فعل مضارع منصوب بِلَنْ ہے جس میں ضمیر فاعلین "نحن" مستتر ہے۔ [لَکَ] جار (لِ) اور مجرور (کَ) مل کر متعلق فعل "نؤمن" ہیں یا "لام" کو فعل (نؤمن) کا صلہ سمجھ لیں تو "لک" یہاں محلاً (بطور مفعول) منصوب ہے۔ [حتی] حرفِ غایت وجر ہے جو یہاں "اِلاّ اَنْ" کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے یعنی "سوائے اس کے کہ" — اور "اِلی اَنْ" یعنی "یہاں تک کہ" اور "جب تک کہ نہ" کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے یعنی دونوں بلکہ تینوں طرح ترجمہ ممکن ہے۔ [نری] فعل مضارع منصوب بہ "حتی" صیغہ جمع متکلم ہے یعنی "حتی" کے بعد "اَنْ" مقدر ہے اس کی اصل شکل مرفوع "نَرْاَیُ" اور منصوب "نَرْاَیَ" تھی۔ دونوں صورتوں میں آخری یائے متحرکہ اپنے ماقبل کے مفتوح ہونے کے باعث الف میں بدل جاتی ہے

اور یوں یہ فعل (نری) ہوکر رفع اور نصب دونوں صورتوں میں یکساں رہتا ہے علامت نصب ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ تمام ناقص افعال کے مضارع میں جہاں عین کلمہ مفتوح ہو (باب سمع یا فتح سے) سب میں یہی قاعدہ لاگو ہوتا ہے (مثلاً یسعیٰ۔ لن یسعیٰ۔ یرضیٰ۔ لن یرضیٰ وغیرہ) البتہ ضرب یضرب سے مضارع منصوب میں آخری "یاء" مفتوح آتی ہے مثلاً "یرمِیْ" سے "لن یرمِیَ" ہو گا۔ [اللّٰہ] فعل "نری" کا مفعول بہ (لہٰذا) منصوب ہے۔ علامتِ نصب آخری "ہ" کا فتحہ ( َ ) ہے۔ [جھرۃً] کی نصب کی دو تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) اگر اسے فعل جھر یجھر کا ایک مصدر (جھرًا کی طرح) سمجھیں (دیکھئے اوپر بحث اللغۃ) تو پھر یہ مصدر بمعنی اسم الفاعل اسم جلالت (اللّٰہ) کا حال ہوکر نصب میں بنتا ہے یعنی "نراہ ظاھرًا غیر مستور" اور ترجمہ ہو گا "ہم اللہ کو دیکھیں کھلم کھلا (ہوتے ہوئے) یعنی اس حالت میں کہ وہ کھلم کھلا ظاہر ہو"

(۲) اگر جھرۃ کو ایک اسم صفت (بمعنی ظاہر۔ آشکار) سمجھا جائے تو یہ یہاں ایک مفعول مطلق مصدر محذوف کی صفت سمجھا جا سکتا ہے۔ یعنی تقدیر عبارت ہو گی "نری اللّٰہ رؤیۃً جھرۃً" (ہم اللہ کو دیکھیں ایسا دیکھنا جو کھلم کھلا اور ظاہر باہر ہو بغیر کسی رکاوٹ کے)۔ ان دونوں صورتوں میں "جھرۃ" کا تعلق فعل "نری" سے ہی بنتا ہے۔

(۳) ایک امکان یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "جھرۃ" کا تعلق فعل "قلتم" کی ضمیر فاعلین کے ساتھ ہو اور اس میں بھی دونوں صورتیں ممکن ہیں کہ "قلتم جھرۃً" (بصورت مصدر حال بمعنی اسم الفاعل یعنی مجاھرِین) سمجھا جائے یعنی "تم نے کھلم کھلا ہو کر یہ کہا"۔ یا اس میں بھی "جھرۃ" کو صفت مانا جائے تو مقدر عبارت "قلتم قولاً جھرۃً" (اس میں "ۃ" تانیث کی نہیں بلکہ مبالغہ کی سمجھی جائے گی) اس کا ترجمہ بھی "تم نے ببانگِ دہل (کھلم کھلا) کہہ دیا تھا" ہو گا۔

● مندرجہ بالا ۱ و ۲ تراکیب کا ماحصل ایک ہی بنتا ہے یعنی اللہ کو کھلم کھلا، علانیہ، سامنے ظاہر دیکھنا ___ اور قریباً تمام مترجمین نے ان ہی دو ترکیبوں کے مطابق ترجمہ کیا ہے (تراجم کے لیے دیکھئے مندرجہ بالا حصہ "اللغۃ") تیسری ترکیب کی نحوی گنجائش موجود ہے تاہم کسی مترجم نے اس کے ساتھ ترجمہ نہیں کیا۔ سب نے ترجمہ میں اسی ترکیب کو نظر انداز کر دیا ہے۔ حالانکہ لغت اور اعراب دونوں لحاظ سے "جھرۃ" کا تعلق "قلتم" اور "نری" دونوں کے ساتھ ہو سکتا ہے (دیکھئے حصہ اللغۃ میں "جھر" کے معنی)

● اس مرکب فقرے میں "یا موسیٰ سے لے کر جھرۃ" تک کی عبارت فعل "قلتم" کا مقول (حکایۃ القول) ہونے کی وجہ سے مفعول بہ اور لہٰذا محلاً منصوب شمار ہو گی۔

(۲) فأخذتكم الصاعقة

فاء [ف] عاطفہ سببیہ ہے یعنی پھر اس کے سبب سے یہ ہوا کہ۔ [اخذ تکم] میں "اخذت" فعل ماضی صیغہ واحد مؤنث غائب ہے جس کی تانیث اس کے فاعل "الصاعقة" کی وجہ سے ہے جو آگے مذکور ہے۔ اور "کُمْ" ضمیر منصوب یہاں فعل "اخذت" کا مفعول بہ مقدم ہے (مفعول ضمیر ہو تو عموماً فاعل سے مقدم (پہلے) آتی ہے) [الصاعقة] فعل "اخذت" کا فاعل (لہٰذا) مرفوع ہے علامت رفع آخری "ة" کا ضمہ (ـُ) ہے۔

یہ جملہ (۲) اپنی جگہ مستقل جملہ فعلیہ ہے تاہم بلحاظ معنی اس کا تعلق مندرجہ بالا جملہ ۱ سے ہی ہے۔ کیونکہ وہ (پہلا جملہ) اس (بجلی کے گرنے) کا سبب بیان کرتا ہے اور یہ دوسرا جملہ فائے عاطفہ کے ذریعے اس (پہلے) کے ساتھ مربوط بھی ہے۔

(۳) وانتم تنظرون

[وَ] حالیہ ہے بمعنی "اس حالت میں کہ"۔ اگرچہ بعض نے اس کا ترجمہ "عاطفہ" کی طرح "اور" سے ہی کر دیا ہے۔ [انتم] ضمیر مرفوع منفصل یہاں مبتداء ہے اور [تنظرون] فعل مضارع مع ضمیر فاعلین "انتم" (مستتر) جملہ فعلیہ بن کر "انتم" (مبتداء) کی خبر ہے۔ اور یہ پورا جملہ اسمیہ (وانتم تنظرون) "فاخذتکم" کی ضمیر فاعل یا مفعول کا حال بنتا ہے یعنی تم دیکھ رہے تھے کہ وہ پکڑ رہی تھی اور تم کو ہی پکڑ رہی تھی۔

(۴) ثم بعثناكم من بعد موتكم

[ثم] حرف عطف ہے جو ترتیب اور تراخی کو ظاہر کرتا ہے یعنی "اس کے پیچھے کچھ دیر (وقت) کے بعد (ایسا ہوا کہ)" [بعثناکم] میں "بعثنا" فعل ماضی مع ضمیر تعظیم "نحن" ہے اور "کُمْ" ضمیر منصوب برائے مفعول بہ ہے [من بعد] جار مجرور مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ [موتکم] ہے جو خود بھی مضاف (موت) اور مضاف الیہ (کُمْ) ہے اس میں لفظ مضاف الیہ اور مضاف (دونوں) ہونے کے باعث مجرور بھی ہے اور خفیف بھی۔ یہ سارا مرکب جاری (من بعد موتکم) فعل "بعثنا" سے متعلق ہے۔ بلکہ یہ ظرف ہونے کے باعث اس فعل (بعثنا) کے وقت کو بیان کرتا ہے۔

(۵) لعلكم تشكرون

[لعل] حرف مشبہ بالفعل اور [کم] ضمیر منصوب اس کا اسم (منصوب) ہے۔ [تشکرون] فعل مضارع اپنی مستتر ضمیر الفاعلین "انتم" سمیت جملہ فعلیہ ہو کر "لعل" کی خبر (محلاً مرفوع) ہے

اور یہ جملہ اسمیہ بلحاظ معنی جملہ ۴ کے ساتھ مربوط ہے۔ کیونکہ اس (جملہ ۵) میں ایک طرح سے اس (جملہ ۴) کا متوقع نتیجہ بیان ہوا ہے۔

## ۲ : ۳۵ : ۳ الرسم

زیرِ مطالعہ دو آیات (۵۵-۵۶) کے تمام کلمات کا رسم املائی اور قرآنی یکساں ہے البتہ تین کلمات کا رسم عثمانی (قرآنی) عام املاء سے مختلف ہے۔ یعنی " یموسیٰ" الصعقۃ اور بعثنکم" کی تفصیل یوں ہے:

(۱) "یٰمُوسٰی" جس کا رسم املائی "یاموسٰی" ہے۔ قرآن کریم میں یہاں اور ہر جگہ (قرآن کریم میں یہ ترکیب ندائی ۲۴ دفعہ آئی ہے) "بحذفِ الف بعد الیاء" لکھا جاتا ہے۔ بلکہ یہ قاعدہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حرف ندا "یا" قرآن کریم میں ہر جگہ بحذفِ الف اور اپنے منادی کے ساتھ ملا کر لکھا جاتا ہے پھر بذریعہ ضبط اس "الف" کو ظاہر کیا جاتا ہے کیونکہ وہ پڑھا ضرور جاتا ہے۔

(۲) "الصّٰعِقَۃ" جس کا رسم معتاد باثباتِ الف "الصاعقۃ" ہے۔ یہ لفظ مفرد مرکب معرفہ نکرہ مختلف صورتوں میں قرآن کریم کے اندر کل چھ دفعہ آیا ہے سورۃ البقرہ اور النساء میں ایک ایک دفعہ سورۃ فصلت (حٰم السجدہ) میں تین دفعہ اور سورۃ الذاریات میں ایک جگہ۔ اس کے رسم میں اختلاف ہے۔ یہاں (البقرہ: ۵۵) میں تو بالاتفاق یہ بحذف الالف بعد الصاد (الصعقہ) لکھا جاتا ہے الدانی اور الشاطبی نے اس کے صرف اسی جگہ (ھنا) حذف الف کی تصریح کی ہے[1]۔ باقی مقامات کے بارے میں صرف ابوداؤد سے حذف الف منسوب ہے۔ صاحب نثر المرجان نے تمام (چھ) مقامات پر حذف الف کو علمائے رسم کا "اتفاق" قرار دیا ہے اور پھر کشاف اور سیوطی وغیرہ کے حوالے سے اس کی ایک توجیہ اس میں "الصَّعْقَۃ" کی قراءت سے بھی کی ہے[2]۔ نتیجہ یہ ہے کہ صرف لیبی مصحف الجماہیریہ میں البقرہ کے (زیرِ مطالعہ) لفظ کو بحذف الف اور باقی پانچ مقامات پر باثبات الف (الصاعقہ) لکھا گیا ہے (الدانی کے مطابق)، باقی افریقی اور عرب ممالک کے مصاحف میں تمام (چھ) مقامات پر بحذف الف ہی لکھا گیا ہے۔ برصغیر کے علم الرسم کے اہتمام والے مصاحف (مثلاً انجمن حمایت اسلام اور الفی قرآن مجید مطبوعہ بمبئی) میں بھی اسے ہر جگہ بحذف الف ہی لکھا گیا ہے۔

---

[1] المقنع (للدانی) ص ۱۰، الشاطبی ص ۲۱- الضباع نے "الذاریات" والے لفظ میں بھی حذف الف کو "الدانی" اور "ابو داؤد" دونوں کی طرف منسوب کیا ہے مگر المقنع میں اس کا ذکر کہیں نہیں کیا گیا (سمیر الطالبین للضباع ص ۵۱)

[2] دیکھیے دلیل الحیران (للمارغنی) ص ۶۹- نثر المرجان ج ۱ ص ۱۴۷-

(۴) "بَعَثْنٰکُمْ" جس کا رسم املائی "بعثنا کم" ہے۔ قرآن کریم میں بحذف الف بعد النون لکھا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ الف پڑھا جاتا ہے۔ بلکہ اس بارے میں رسم عثمانی کا قاعدہ یہ ہے کہ جہاں بھی فعل ماضی کے صیغہ جمع متکلم (یا ضمیر تعظیم مرفوع متصل) کے ("نا" کے) بعد کوئی ضمیر منصوب متصل (مفعول ہوکر) آئے گی تو اس (نا) کو حذف الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ عام رسم املائی میں ایسے موقع پر (ضمیر مفعول کے ساتھ) "نا" کو بحذف الف لکھنا غلط سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس سے فعل کے صیغہ جمع مؤنث غائب ہونے کا التباس پیدا ہوتا ہے۔ تاہم قرآن کریم میں (رسم عثمانی کے مطابق) ایسے تمام مواقع (ضمیر منصوب متصل والے) پر "نا" کو بحذف الف لکھنا ہی درست اور ضروری ہے[1]

## ۲:۳۵:۴ الضبط

اس قطعہ آیات میں ضبط کے مختلف طریقے درج ذیل نمونوں سے سمجھے جا سکتے ہیں۔ اس میں نون مخفاۃ، نون متطرفہ اور اقلاب نون بمیم کے ضبط میں خصوصاً دلچسپ تنوع ہے۔

وَاِذْ، اِذْ، اِذْ / قُلْتُمْ، قُلْتُمْ / يٰمُوسٰى، يٰمُوسٰى، يٰمُوسٰى / لَنْ، لَنْ، لَن / نُّؤْمِنَ، نُّؤْمِنَ / لَكَ، لَكَ / حَتّٰى، حَتّٰى، حَتّٰى / نَرَى، نَرَى / اللّٰهَ، اللّٰهَ، اللّٰهَ، اللّٰهَ / جَهْرَةً، جَهْرَةً، جَهْرَةً، جَهْرَةً / فَاَخَذَتْكُمُ، فَاَخَذَتْكُمُ، فَاَخَذَتْكُمُ / الصّٰعِقَةُ، الصّٰعِقَةُ، الصّٰعِقَةُ، الصّٰعِقَةُ (لیبیا کا ضبط مختص) / وَاَنْتُمْ، اَنْتُمْ، اَنْتُمْ / تَنْظُرُوْنَ، تَنْظُرُوْنَ، تَنْظُرُوْنَ / ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ، بَعَثْنٰكُمْ، بَعَثْنٰكُمْ / مِنْ بَعْدِ، مِنْ بَعْدِ، مِنْ بَعْدِ، مِنْ بَعْدِ / مَوْتِكُمْ، مَوْتِكُمْ / لَعَلَّكُمْ / تَشْكُرُوْنَ، تَشْكُرُوْنَ، تَشْكُرُوْنَ۔

---

[1] قاعدہ کے لیے دیکھئے سمیر الطالبین (للضباع) ص ۳۶۔

# ڈاکٹر اسرار احمد

## امیر تنظیمِ اسلامی و داعیٔ تحریکِ خلافت پاکستان

کی تازہ ترین تالیف

برّعظیم پاک و ہند میں

# اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل

## اور اس سے انحراف کی راہیں

شائع ہو گئی ہے ——— جس میں

- اسلام کے ابتدائی انقلابی فکر اور اس میں زوال کی تاریخ کے جائزے کے بعد
- علّامہ اقبال کے ذریعے اس کی تجدید اور مولانا آزاد اور مولانا مودودی کے ہاتھوں اس کی تعمیل کی مساعی اور ان کے حاصل، اور
- "اسلام کی نشأۃِ ثانیہ میں ناگزیر تدریج اور اس کے تقاضوں" کے علاوہ
- اس فکر سے انحراف کی بعض صورتوں پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے ———!

سفید کاغذ پر ۱۰۴ صفحات، مع دیدہ زیب ہارڈ کور ——— قیمت فی نسخہ /۳۰

——— نیز ڈاکٹر صاحب کی دوسری تازہ تالیف ———

**سابقہ اور موجودہ مسلمان امّتوں کا ماضی حال اور مستقبل**

اور مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمّہ داری

# سالانہ رپورٹ

## مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

## برائے سال ۱۹۹۳ء

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۔ ۵۴۷۰۰ ۔ فون: ۸۵۶۰۰۳-۸۵۶۰۰۲

# ترتیب

○ ابتدائیہ

○ سال ۹۳ء کی کارکردگی کی سرخیاں (HIGH-LIGHTS)

○ مجلس منتظمہ

○ ارکان انجمن کی تعداد اور ۹۲ء سے تقابل

○ شعبہ جات کی کارکردگی کی تفصیل

☆ اکیڈمک ونگ

☆ مکتبہ

☆ قرآن کالج

☆ شعبہ خط وکتابت کورس

☆ جنرل ایڈ منسٹریشن

☆ نشرالقرآن

☆ جنرل کلینک

○ سالانہ اخراجات و آمدن اور بیلنس شیٹ برائے ۹۳ء

○ منسلک انجمنوں کی کارکردگی کا مختصر جائزہ

☆ انجمن خدام القرآن سندھ' کراچی

☆ انجمن خدام القرآن بلوچستان' کوئٹہ

☆ انجمن خدام القرآن پنجاب' ملتان

☆ انجمن خدام القرآن فیصل آباد

☆ انجمن خدام القرآن سرحد' پشاور

○ اختتامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ابتدائیہ

محترم صدر مؤسس

معزز ارکان مجلس منتظمہ

ارکان گرامی مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

محترم نمائندگان منسلک انجمن ہائے خدام القرآن

اور

دیگر مہمانانِ گرامی!

الحمدللہ ہم اس وقت مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے بائیسویں سالانہ اجلاس کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ خوش آمدید اور جزاک اللہ کہ آپ نے اس تقریب کے لئے وقت نکالا اور شرکت فرمائی۔

میرے نزدیک مرکزی انجمن کا بائیسواں سالانہ اجلاس دراصل بائیسواں سنگ میل ہے اس رجوع الی القرآن کی تحریک کا' رجوع الی القرآن کے مشن کا جو محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے بائیس سال پہلے قرآن حکیم کے علم و حکمت کو عام کرنے کے لئے شروع کیا تھا۔ الحمدللہ کہ یہ تحریک اب برگ و بار لا رہی ہے۔ خود لاہور شہر میں قرآن اکیڈمی کے علاوہ وسن پورہ اور والٹن میں انجمن کے دو نئے سینٹرز کا قیام' ملک کے اکثر بڑے بڑے

شہروں یعنی کراچی' ملتان' فیصل آباد' کوئٹہ' پشاور میں منسلک انجمنوں کا قیام' ان میں سے دو جگہ یعنی کراچی اور ملتان میں لاہور کی طرز پر قرآن اکیڈمی کا قیام اور قرآن کالج قائم کرنے کے پلان' دروسِ قرآن کے کیسٹس کی اندرون ملک اور بیرون ملک بڑے پیمانہ پر اشاعت' یہ سب اس بات کی واضح علامات ہیں کہ بائیس سال قبل لگایا ہوا پودا اب پھل پھول لا رہا ہے۔ اس فضل کے لئے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ دعا کرتا ہوں کہ ربِّ کریم محترم ڈاکٹر صاحب کی اس مسلسل جدّوجہد کو قبول فرمائے اور مجلس منتظمہ کے ارکان' مرکزی انجمن کے اراکین و معطی حضرات اور ہر اس شخص کو جس نے انجمن کی دامے' درمے' سخنے مدد کی' جزائے خیر سے نوازے' آمین۔

قال النّبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم
انا امرکم بخمسٍ
بالجماعۃ والسّمع
والطاعۃ والھجرۃ
والجھاد فی
سبیل اللّٰہ

مشکوٰۃ ترمذی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم
دیتا ہوں التزام جماعت کا
اور سننے اور اطاعت کرنے کا
اور اللہ کی راہ میں ہجرت
اور جہاد (جدوجہد) کرنے کا

حدیث نبوی

# سال ۱۹۹۳ء کی کارکردگی کی سرخیاں

## (HIGH-LIGHTS)

اس بار ان ارکانِ انجمن کے لئے جو سالانہ رپورٹ شروع سے آخر تک پڑھنے کا وقت یا میلانِ طبیعت نہیں رکھتے' میں نے چند صفحات میں انجمن کی سالانہ کارکردگی کی سرخیاں (High-lights) یکجا کر دی ہیں۔ کارکردگی کی تفصیل بعد میں متعلقہ شعبہ کے ذیل میں بیان کر دی گئی ہیں۔

- انجمن کی کارکردگی کا جائزہ لینے' انتظامی امور پر فیصلے کرنے اور منتظمین کو ہدایات دینے کی غرض سے مجلس منتظمہ کا ماہانہ اجلاس باقاعدہ ہر ماہ منعقد ہوا۔
- انجمن کا سالانہ اجلاسِ عام ۲ر اپریل کو منعقد ہوا۔ منسلک انجمنوں کے نمائندگان نے بھی شرکت فرمائی۔
- محاضراتِ قرآنی ۲۳ تا ۲۷ر اپریل منعقد ہوئے۔ موضوع تھا "منہجِ انقلابِ نبویؐ"۔ اس موضوع پر محترم صدر مؤسس کے ایمان افروز خطابات لگاتار پانچ دن ہوئے۔ ہر خطاب کے بعد دانشوروں کے پینل کی طرف سے کمنٹس اور سوالات اور صدر مؤسس کے جوابات کا سیشن ہوتا تھا۔
- بیرونِ ملک کے دورے کے علاوہ' محترم صدر مؤسس کے ہفتہ وار درسِ قرآن' قرآن آڈیٹوریم میں باقاعدگی سے منعقد ہوئے۔ الحمدللہ کہ مطالعہ قرآن مجید کے منتخب نصاب کے چھ میں سے پانچ حصے تکمیل کو پہنچے۔ چھٹا حصہ ان شاء اللہ تعالیٰ اگلے سال کے اوائل میں مکمل ہو جائے گا۔
- لاہور میں قیام کے دوران مسجد دارالسلام میں جناب صدر مؤسس کے جمعہ کے خطابات بھی باقاعدگی سے ہوتے رہے۔

- الحمد للہ مسجد و مکتب والٹن کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ پانچوں وقت نماز کا اہتمام ہو گیا ہے۔ گزشتہ سال رمضان المبارک میں تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن بھی کیا گیا۔
- ۹۲ء کے مقابلہ میں ۹۳ء کے دوران انجمن کے طبع شدہ لٹریچر اور آڈیو اور ویڈیو کیسٹس دونوں کی سپلائی کی volumes میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ لٹریچر کی سپلائی میں ۱۴% اضافہ' آڈیو کیسٹس میں ۱۲% اور ویڈیو کیسٹس کی سپلائی میں ۳۰% اضافہ ہوا۔
- انجمن کے تینوں جرائد' ماہنامہ "حکمت قرآن" اور "میثاق" اور ہفت روزہ "ندائے خلافت" کی اشاعت جاری رہی۔ میثاق ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہوا۔ حکمت قرآن کا رمضان اور شوال کا مشترکہ پرچہ تھا۔ اس طرح سال میں اس کے گیارہ پرچے شائع ہوئے۔ "ندائے خلافت" کی اشاعت میں قدرے بے قاعدگی رہی۔
- اردو زبان میں تین نئی کتب عمدہ گٹ اپ کے ساتھ شائع کی گئیں۔ قرآن کالج میگزین "صُفّہ" کی اشاعت کا آغاز ہوا۔ پہلا شمارہ بڑی آب و تاب اور ایک کتاب کی سی ضخامت کے ساتھ شائع ہوا۔ نئی کتب کے علاوہ' پہلے سے موجود تین کتابوں کے نئے ایڈیشن نئی آن بان سے شائع کئے گئے۔ اغلاط کی تصحیح کے بعد پہلے سے طبع شدہ ۲۶ اردو کتب کے نئے ایڈیشن بھی شائع کئے گئے۔ چار انگریزی تراجم کو اغلاط کی اصلاح کے بعد نئے ایڈیشن کی صورت میں شائع کیا گیا۔
- قرآن اکیڈمی کے حفظِ قرآن و ناظرہ میں داخلے کے لئے اتنا رش رہا کہ ایک وقت داخلے بند کرنا پڑے۔ دوران سال طلباء کی زیادہ سے زیادہ تعداد ۸۷ رہی اور کم سے کم ۶۱۔ ہاسٹل میں مقیم بچوں کی تعداد ۲۲ تا ۲۵ رہی۔ جنوری ۹۳ء سے دسمبر ۹۳ء تک حفظ کی تکمیل کرنے والے بچوں کی تعداد ۱۷ تھی۔ سب سے کم مدت جس میں ایک بچے نے حفظ مکمل کیا وہ ماشاء اللہ صرف گیارہ ماہ تھی!
- ۹۳ء میں قرآن کالج کے بورڈ آف گورنرز کے اہم فیصلے :-

(i) ایف اے میں داخلہ لینے والے طلباء کے لئے اضافی تربیتی سال ختم کر دیا گیا ہے۔ اس طرح اب فرسٹ ائیر سے بی اے فائنل کے لئے پانچ کی بجائے صرف

چار سال درکار ہونگے۔

(ii) معاشیات' عربی اور اسلامیات میں ایم اے کی کلاسز شروع کرنے کا جائزہ لیا جائے۔ کالج اس ضمن میں اپنی سفارشات مرتب کر رہا ہے۔

(iii) کالج کے سینئر اساتذہ اور چند مہمان اہل علم حضرات پر مشتمل ایک ریسرچ سیل قائم کیا جائے جس کے تحت تحقیقی اور تخلیقی علمی کام کرنے کی بنیاد ڈالی جاسکے۔

- قرآن کالج میں ایف اے فرسٹ ایئر سے بی اے فائنل تک کی کلاسیں اور ایک سالہ دینی کورس کے سمسٹرز جاری رہے۔ ان باقاعدہ کلاسوں کے علاوہ حسب سابق میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات سے فارغ طلباء کے لئے اسلامک جنرل نالج ورکشاپ منعقد کی گئی۔ اس کے علاوہ ہر سال کی طرح شام کے اوقات میں ایک عربی کلاس کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔ یہ کلاس فروری ۹۴ء تک جاری رہے گی۔ شام کی کلاس کا انتظام ان حضرات کے لئے کیا جاتا ہے جو صبح کے اوقات فارغ نہیں کرسکتے۔

- قرآن کالج کے تحت خط و کتابت کورسز بھی جاری رہے۔ ابتدائی عربی گرامر کورس' حصہ اول۔ اس کورس کا نومبر ۹۰ء میں اجراء ہوا تھا۔ ۹۳ء کے دوران اس کورس میں ۱۷۲ طلباء نے داخلہ لیا۔ ۹۳ء میں کورس مکمل کرنے والوں کی تعداد ۱۷ تھی۔ ابتدائی عربی گرامر کا دوسرا حصہ ۹۲ء میں شروع کیا گیا تھا۔ ۹۳ء کے دوران داخلہ لینے والوں کی تعداد ۱۸ تھی اور کورس کی تکمیل کرنے والے طلباء ۱۳ تھے۔

قرآن کریم کی فکری و عملی راہنمائی کورس۔ ۹۳ء میں داخلہ لینے والے طلباء کی تعداد ۲۶۳ تھی جو ۹۲ء کے بمقابلہ ۲۸% زائد تھی۔ دوران سال کورس مکمل کرنے والوں کی تعداد ۳۰ تھی۔

---

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن پڑھیں اور پڑھائیں

# مجلس منتظمہ

۹۳ء کی سرخیوں (Highlights) کے ساتھ ساتھ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ارکان مجلس منتظمہ کے اسمائے گرامی' متعلقہ ذمہ داریاں اور اراکین انجمن کی تعداد اور ۹۲ء سے تقابل بھی پیش کر دیا جائے۔

۹۲ء میں بیسویں سالانہ اجلاس کے موقعہ پر مجلس منتظمہ کا دو سال کے لئے انتخاب ہوا تھا۔ لہٰذا ۹۳ء میں بھی انجمن کی نگرانی اور راہنمائی کی ذمہ داری کا بار انہی ارکانِ گرامی کے کاندھوں پر رہا۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

| | |
|---|---|
| (۱) ڈاکٹر ابصار احمد صاحب | |
| (۲) احسن الدین صاحب | |
| (۳) میجر احسن رؤف شیخ صاحب | |
| (۴) اقتدار احمد صاحب | ناظم نشر و اشاعت |
| (۵) الطاف حسین صاحب | معتمد |
| (۶) چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب | داخلی محاسب |
| (۷) سراج الحق سید صاحب | ناظم اعلیٰ و ناظم بیرون ملک |
| (۸) ڈاکٹر عارف رشید صاحب | ناظم ذرائع سمع و بصر |
| (۹) ڈاکٹر عبدالخالق صاحب | |
| (۱۰) قمر سعید قریشی صاحب | |
| (۱۱) لطف الرحمٰن خاں صاحب | ناظم کالج |
| (۱۲) محمد بشیر ملک صاحب | |
| (۱۳) شیخ محمد عقیل صاحب | ناظم مالیات |
| (۱۴) ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ صاحب | |

میجر فتح محمد صاحب بحیثیت اعزازی ہاسٹل وارڈن خصوصی دعوت پر مجلس منتظمہ کے اجلاس میں باقاعدگی سے شریک ہوتے تھے۔ سال کے دوران میجر صاحب اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے اور ان کی جگہ جناب عاطف وحید صاحب نے یہ ذمہ داری اعزازی طور پر قبول کی اور مجلس منتظمہ کے ماہانہ اجلاس میں شریک ہوتے رہے۔ جناب محمود عالم میاں صاحب اعزازی مدیر عمومی بھی خصوصی دعوت پر شرکت کرتے رہے۔

یہاں محترم صدر مؤسس ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو نہ صرف مجلس منتظمہ کی احسن طریقہ پر رہنمائی فرماتے ہیں بلکہ روزمرہ کے انتظامی معاملات میں اس خاکسار کی بھی دستگیری فرماتے رہے ہیں۔

---

صدرِ مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن اور امیر تنظیمِ اسلامی

# ڈاکٹر اسرار احمد

کی علمی و فکری اور دعوتی و تحریکی کاوشوں کا نچوڑ

۲۸۰ صفحات پر مشتمل ایک اہم علمی دستاویز جس میں عملی خطوط کی نشاندہی بھی موجود ہے

# دعوت
# رجوع الی القرآن
## کا منظر و پس منظر

■ سفید کاغذ ■ عمدہ کتابت ■ دیدہ زیب طباعت ■ قیمت مجلد ۸۰ روپے ■ غیر مجلد ۶۰ روپے

# ارکانِ انجمن کی تعداد
## اور ۹۲ء سے تقابل

| نوع | تعداد دسمبر ۹۲ء | ۹۳ء کے دوران اضافہ | تعداد دسمبر ۹۳ء |
|---|---|---|---|
| حلقہ مؤسسین و محسنین | ۲۹۰ | ۱۴ | ۳۰۴ |
| حلقہ مستقل ارکان | ۱۵۲ | ۴ | ۱۵۶ |
| حلقہ عام ارکان | ۶۰۶ | ۴۲ | ۶۴۸ |
| کل تعداد | ۱۰۴۸ | ۶۰ | ۱۱۰۸ |

بیرون ملک کے ارکان کی تعداد جو مندرجہ بالا تعداد میں شامل ہے :

| نوع | تعداد دسمبر ۹۲ء | ۹۳ء کے دوران اضافہ | تعداد دسمبر ۹۳ء |
|---|---|---|---|
| حلقہ مؤسسین و محسنین | ۶۴ | ۶ | ۷۰ |
| حلقہ مستقل ارکان | ۳۶ | Nil | ۳۶ |
| حلقہ عام ارکان | ۱۳۸☆ | ۱۴ | ۱۵۲ |
| میزان | ۲۳۸ | ۲۰ | ۲۵۸ |

☆ ۹۲ء کے حلقہ عام ارکان میں ۱۰۷ ارکان کی تعداد کم کی گئی ہے۔ اس کی وجہ بعض ارکان کی معذرت یا ان کی اپنے ملک واپسی ہے۔

# شعبہ جات کی کارکردگی کی تفصیل

## ○ اکیڈمک ونگ

قرآن اکیڈمی کا اکیڈمک ونگ فی الوقت مندرجہ ذیل ذیلی شعبوں پر مشتمل ہے:-

(i) شعبہ تصنیف و تالیف اور ترتیب و تسوید
(ii) شعبہ کتابت و طباعت بشمول کمپیوٹر کمپوزنگ
(iii) قرآن اکیڈمی لائبریری
(iv) شعبہ حفظ قرآن و ناظرہ

### (i) شعبہ تصنیف و تالیف اور ترتیب و تسوید:

شعبہ ہٰذا کے تحت سال ۱۹۹۳ء کے دوران ہر ماہ چار میگزین شائع ہوتے رہے۔ یعنی ماہنامہ "حکمت قرآن" اور ماہنامہ "میثاق" کے علاوہ ہر ماہ "ندائے خلافت" کے دو شمارے۔ مذکورہ بالا تینوں جرائد میں سے ماہنامہ "میثاق" ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا اور دوران سال اس کے ۱۲ شمارے ہوئے۔ حکمت قرآن کا ماہ رمضان المبارک میں مارچ ۔ اپریل ۹۳ء (رمضان ۔ شوال ۱۴۱۳ھ) کا مشترکہ شمارہ شائع ہوا۔ اس طرح دوران سال حکمت قرآن کے ۱۱ شمارے شائع ہوئے' جن میں سے ایک شمارے کی حیثیت دو ماہ کے مشترک شمارے کی تھی۔ ہفت روزہ ندائے خلافت کی پندرہ روزہ اشاعت میں قدرے بے قاعدگی رہی اور سال بھر میں اس کے ۲۶ کے بجائے ۲۳ شمارے منظر عام پر آسکے۔

○ شعبہ تصنیف و تالیف مذکورہ بالا جرائد کی اشاعت کے ساتھ ساتھ مرکزی انجمن کی جملہ مطبوعات' خواہ وہ نئی ہوں یا پرانی' سب کی طباعت کا اہتمام کرنے کا بھی ذمہ دار ہے۔ چنانچہ نئی کتابوں کو مرتب کرنا اور پرانی کتابوں کے نئے ایڈیشنز کی اشاعت سے قبل ان کی

تصحیح کرنا یا اگر ضرورت داعی ہو تو ان کو از سرِ نو ایڈٹ کر کے نئی کتابت کروانا اسی شعبے کی ذمہ داری ہے۔

○ شعبہ تصنیف و تالیف کے تحت سال ۱۹۹۳ء کے دوران درج ذیل نئی کتابیں شائع ہوئیں:۔

(۱) سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی' حال اور مستقبل

(۲) الہدیٰ کیسٹ سیریز نمبر ۳۱' ۳۲' ۳۳ اور ۳۴

(۳) دستور تحریک خلافت پاکستان۔ پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا گیا۔

(۴) "صُفّہ" (قرآن کالج میگزین) کا چونکہ یہ پہلا شمارہ تھا اور اس کی نوعیت ایک کتاب سے کم نہیں ہے لہٰذا اسے یہاں درج کیا گیا ہے۔

○ پہلے سے موجود وہ کتابیں جن کے نئے ایڈیشن دوران سال نئی آن بان کے ساتھ شائع کئے گئے' یعنی انہیں از سرِ نو ایڈٹ کر کے' نئی کتابت / کمپوزنگ اور نئے گٹ اپ کے ساتھ شائع کیا گیا' ان کے نام درج ذیل ہیں:۔

(۱) مطالباتِ دین

(۲) نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں

(۳) مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

(۴) پراسپکٹس قرآن کالج (نظر ثانی شدہ ایڈیشن)

○ مکتبہ میں پہلے سے موجود وہ کتابیں جن کے سال ۱۹۹۳ء کے دوران نئے ایڈیشن محض اغلاط کی اصلاح کے بعد شائع کئے گئے' ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ اور یہ مختصر رپورٹ اس طوالت کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اجمالاً عرض ہے کہ سال گزشتہ کے دوران مرکزی انجمن کی مطبوعات میں سے ۳۰ کے نئے ایڈیشن شائع ہوئے جن میں مندرجہ ذیل چار انگریزی کتابچے بھی شامل تھے:۔

(i) The Way to Salvation

(ii) The Obligations Muslims Owe to the Quran

(iii) Islamic Renaissance

(iv) Calling People Unto Allah

اس اعتبار سے یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ ۱۹۹۳ء کتابوں کی اشاعت کے ضمن میں سال گزشتہ سے بھی بھرپور ثابت ہوا۔

### (ii) شعبۂ کتابت و طباعت:

شعبہ کتابت و طباعت کا شاف ایک نگران طباعت' ایک کاپی پیسٹر' انگریزی / اردو کمپوزنگ کے لئے دو کمپیوٹر آپریٹرز اور ایک کاتب پر مشتمل ہے۔ شعبہ کے پاس دو کمپیوٹر موجود ہیں جن میں انگریزی کے علاوہ "سقراط اردو ٹائپ سیٹنگ پروگرام" کام کر رہا ہے۔

اس شعبے کے تحت مرکزی انجمن کے زیر اہتمام شائع ہونے والے تمام رسائل و جرائد' کتابوں' ہینڈ بلز' پمفلٹ' اخباری و غیر اخباری اشتہارات' پوسٹرز' سٹیشنری اور سرکلرز وغیرہ کی تیاری اور طباعت (printing) کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں کتابت / کمپوزنگ اور کاپی پیسٹنگ کی حد تک تمام کام اکیڈمی ہی میں ہوتا ہے اور اس کے لئے یہاں مناسب سہولتیں موجود ہیں۔ تاہم مرکزی انجمن کا اپنا کوئی پرنٹنگ پریس موجود نہ ہونے کی وجہ سے پرنٹنگ کا تمام کام بازار سے کرایا جاتا ہے۔ مرکزی انجمن کے علاوہ بعض ذیلی انجمنوں' تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت سے متعلق طباعتی مواد کی کتابت و طباعت کا کام بھی بہت حد تک یہی شعبہ سرانجام دیتا ہے۔

### (iii) قرآن اکیڈمی لائبریری

کتب: ۱۹۹۳ء کے آغاز میں لائبریری کے داخلہ رجسٹر (Accession Register) کے مطابق لائبریری میں موجود کتابوں کی کل تعداد ۴۷۵۷ تھی۔ دوران سال لائبریری کے ذخیرۂ کتب میں ۶۱۲ کتب کا اضافہ ہوا' جن میں سے ۵۲۰ کتب عطیہ کے طور پر موصول ہوئیں اور ۹۲ کتب قیمتاً خریدی گئیں۔ خریدی جانے والی کتب کی مالیت قریباً دس ہزار

روپے ہے جن میں بعض اہم کتب احادیث کے ساتھ ساتھ Reference Books بھی شامل ہیں۔ دوران سال لائبریری سے قریباً ساڑھے چھ سو کتب کا اجراء عمل میں آیا۔

**درجہ بندی (Classification) اور کیٹلاگنگ :** ۱۹۹۳ء میں درجہ بندی اور کیٹلاگنگ کا کام اطمینان بخش طور سے جاری رہا۔ دوران سال ایک ہزار سے زائد کتابوں کی درجہ بندی اور کیٹلاگنگ کا کام مکمل کیا گیا اور انہیں درجہ بندی کی ترتیب کے ساتھ رکھا گیا۔ اس طرح لائبریری کی تقریباً تمام اردو اور عربی کتب کی درجہ بندی اور کیٹلاگنگ مکمل ہو گئی ہے اور قرآن اکیڈمی لائبریری بحمد اللہ ایک مرتّب (arranged) اور classified لائبریری کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ تاہم انگریزی کتب پر کام ہونا ابھی باقی ہے۔

**اخبارات:** لائبریری کے لئے روزانہ چار اخبارات باقاعدگی سے حاصل کئے جاتے ہیں' جن میں سے تین اردو اور ایک انگریزی ہے۔ مزید بر آں جناب صدر مؤسس کے خطاباتِ جمعہ کی کوریج کا ریکارڈ رکھنے کے لئے ہفتہ کے روز دو مزید اردو اخبارات اضافی طور پر منگوائے جاتے ہیں۔ جناب صدر مؤسس کے خطاباتِ جمعہ کی رپورٹنگ اور دیگر متعلقہ موضوعات پر مشتمل اخباری تراشوں کی مکمل فائلیں لائبریری میں محفوظ رکھی جاتی ہیں۔

**رسائل و جرائد:** دوران سال ۱۹۹۳ء قریباً ۱۲۰ ہفتہ وار اور ماہوار رسائل و جرائد باقاعدگی سے موصول ہوتے رہے۔ علاوہ ازیں متعدد رسائل و جرائد اور پمفلٹ وقتاً فوقتاً بے قاعدگی سے موصول ہوتے رہے۔ واضح رہے کہ لائبریری میں آنے والے تمام رسائل و جرائد حکمت قرآن / میثاق کے تبادلہ میں یا اعزازی طور پر موصول ہوتے ہیں اور ان میں کوئی بھی قیمتاً نہیں خریدا جاتا۔

موصول ہونے والے تمام رسائل و جرائد کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا ہے اور ان میں صدر مؤسس' مرکزی انجمن' تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت سے متعلقہ مواد کی نشاندہی کر کے اسے نوٹ کر لیا جاتا ہے۔

### (iv) جامع القرآن اور شعبۂ حفظِ قرآن و ناظرہ:

قرآن اکیڈمی کی مسجد' جامع القرآن میں بحمد اللہ گزشتہ دس برسوں سے ماہ رمضان المبارک میں نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام ہوتا ہے۔ سال ۹۳ء کے ماہ رمضان میں بھی اس روایت کو اہتمام سے نبھایا گیا۔ گو مرکزی انجمن کے صدر مؤسس محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ماہ مبارک میں خود لاہور میں موجود نہیں تھے تاہم اس اہم ذمہ داری کو ان کے صاحبزادے حافظ عاکف سعید نے خوش اسلوبی سے نبھایا۔

جامع القرآن میں ہفتے میں چار دن بعد نماز فجر مختصر درس قرآن اور بقیہ تین دن درس حدیث کا اہتمام حسب معمول سال ۹۳ء کے دوران بھی جاری رہا۔

۱۹۹۳ء کے دوران قرآن اکیڈمی کے شعبۂ حفظ کی کارکردگی حسب سابق خاصی اطمینان بخش رہی۔ دوران سال طلباء کی زیادہ سے زیادہ تعداد ۸۷ اور کم از کم ۶۱ رہی۔ ہاسٹل میں مقیم طلباء کی تعداد ۲۲ تا ۲۵ رہی۔ جنوری ۹۳ء سے دسمبر ۹۳ء تک کل ۱۹ طلبہ نے حفظِ قرآن کی تکمیل کی۔ اس طرح ۹۱ء' ۹۲ء اور ۹۳ء کے دوران تکمیلِ حفظ کرنے والے طلبہ کی اوسط تعداد ۱۷ رہی۔ ۹۳ء میں سب سے کم عرصہ میں حفظ کی تکمیل کرنے والے طالب علم حافظ صغیر احمد رہے جنہوں نے ایک سال سے بھی کم مدت میں حفظ قرآن مکمل کیا۔ حفظ قرآن کا زیادہ سے زیادہ عرصۂ تکمیل ۲ سال رہا۔

شعبۂ حفظ میں ایک سینئر مدرس اور دو معاون اساتذہ تعلیم کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

شعبۂ حفظ کے ساتھ ساتھ عصر تا مغرب ناظرہ کلاس بھی ہوتی ہے' جس سے قرآن اکیڈمی میں مقیم گھرانوں اور گردونواح میں رہائش پذیر لوگوں کے بچے استفادہ کرتے ہیں۔

## ○ مکتبہ

مکتبہ' انجمن کی دعوت رجوع الی القرآن کا مرکز ہے۔ ۱۹۹۳ء کے دوران بھی حسب معمول یہ دعوت اندرون ملک کے ساتھ ساتھ بیرون ملک مشرقی اور مغربی ممالک میں پہنچائی گئی۔

انجمن کی دعوت کا مؤثر ذریعہ 'کتب' جرائد اور آڈیو / ویڈیو کیسٹ ہیں۔ چنانچہ سالانہ خریداروں کو جرائد کی بروقت ترسیل 'کتب و کیسٹ کی مانگ کی بروقت تکمیل اور ان کا مناسب تعداد میں سٹاک رکھنا مکتبہ کی ذمہ داری ہے۔

**کیسٹ:** سال ۱۹۹۳ء کے دوران مکتبہ نے ۱۸۴۴۳ آڈیو کیسٹ اور ۱۵۲۴ ویڈیو کیسٹ فروخت کئے' جبکہ سال ۱۹۹۲ء میں یہ تعداد بالترتیب ۱۶۳۵۹ اور ۱۱۶۲ تھی۔ اس طرح ۱۹۹۳ء میں یہ فروخت گزشتہ سال کے مقابلے میں بالترتیب ۱۲ فیصد اور ۳۰ فیصد زیادہ رہی۔

**کتب:** اکیڈمک ونگ کے شائع کردہ لٹریچر جو بیشتر محترم صدر مؤسس کی کتب اور کتابچوں پر مشتمل ہے' کی تقسیم بھی مکتبہ کی ذمہ داری ہے۔ بفضلہ تعالیٰ کتب کی اشاعت کے لحاظ سے ہی نہیں کتب کی فروخت کے لحاظ سے بھی سال ۱۹۹۲ء کی طرح سال ۱۹۹۳ء بھی ایک اچھا سال ثابت ہوا۔ چنانچہ اس سال کتب کی کُل فروخت ۳۸۵,۶۳۰ روپے ہوئی جبکہ گزشتہ سال یہ فروخت ۳۳۹,۳۱۷ روپے تھی۔ اس طرح اس سال کتب کی فروخت میں ۱۴ فیصد اضافہ ہوا۔ ۱۹۹۲ء اور ۱۹۹۳ء کی "فروخت" کی رقوم میں دعوت و تبلیغ کے لئے ہدیتاً سپلائی کی گئی کتب بھی شامل ہیں۔ ان کی مالیت بالترتیب ۱۷,۹۳۴ اور ۲۵,۴۳۳ روپے ہے۔

**جرائد:** ۱۹۹۳ء کے دوران مکتبہ سے درج ذیل جرائد کی اشاعت ہوئی:۔

- ماہنامہ میثاق
- ماہنامہ حکمت قرآن
- ہفت روزہ ندائے خلافت

**لائبریریاں:** دعوت رجوع الی القرآن کا ایک اور مؤثر ذریعہ انجمن کی لائبریریاں ہیں۔ مکتبہ کے تحت ایک لائبریری قرآن اکیڈمی کے باہر لب سڑک موجود ہے۔ دوسری لائبریری وسن پورہ میں ہے۔ انجمن کا ایک ذیلی مرکز فروخت (Sale Point) گزشتہ سال یعنی ۹۲ء سے ۶۷۔ اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو میں کام کر رہا ہے۔ ابلاغ کا ایک ذریعہ وہ سٹال بھی ہیں جو ہر جمعہ کو مسجد دارالسلام میں لگائے جاتے ہیں۔ اسی طرح کے سٹال ہر خصوصی اجتماع کے موقع پر بھی لگائے جاتے ہیں۔

**"مسجد و مکتب" والٹن:** سال ۱۹۹۳ء میں توسیع دعوت و تبلیغ کے لئے والٹن میں اکیڈمی روڈ پر "مسجد و مکتب" کی تعمیر مکمل ہو گئی ہے۔ یہاں بھی ایک کتب و کیسٹ لائبریری کا قیام زیر غور ہے۔

## ○ قرآن کالج

### معمول کی تدریسی سرگرمیاں :

الحمد للہ قرآن کالج میں ایف اے سال اول سے بی اے سال آخر تک کی کلاسیں جاری ہیں۔ اور ساتھ ہی ایک سالہ دینی کورس بھی۔ ایف اے اور بی اے میں لازمی مضامین کے علاوہ طلباء کے لئے مندرجہ ذیل اختیاری مضامین کے انتخاب کی سہولت موجود ہے۔ سوکس' سیاسیات' معاشیات' فلسفہ' ریاضی اور تاریخ۔ بی اے میں دو اضافی اختیاری مضامین اطلاقی نفسیات اور فارسی ہیں۔ ایک سالہ کورس دراصل کالج اور یونیورسٹی کے فارغ التحصیل professionals یعنی ڈاکٹرز' انجنیئرز' اکاؤنٹنٹس وغیرہ کے لئے مرتب کیا گیا ہے۔ اس کے نصاب کا اصل thrust دو چیزوں پر ہے۔ ایک عربی زبان و گرامر کی اتنی استعداد فراہم کرنا کہ اس بنیاد پر طالبعلم قرآن حکیم بغیر ترجمے کے سمجھ سکے۔ دوسرے قرآن مجید کی فکری اور عملی رہنمائی پر مشتمل ایک منتخب نصاب جو مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داریوں سے بحث کرتا ہے۔ کورس کا بقیہ نصاب احادیثِ مبارکہ کے ایک مختصر انتخاب' تحریکی لٹریچر اور تجوید پر مشتمل ہے۔

ہر سال میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات سے فارغ طلبہ کے لئے قرآن کالج کے زیر اہتمام ایک اسلامک جنرل نالج ورکشاپ کا انعقاد عمل میں لایا جاتا ہے۔ ۱۹۹۳ء میں یہ ورکشاپ ماہ مئی اور جون میں منعقد کی گئی۔ کل ۲۹ طلباء نے داخلہ لیا جبکہ ۲۴ نے کورس کی تکمیل کی۔

اس کے علاوہ ہر سال رجوع الی القرآن کورس کے داخلوں کے بعد ایسے افراد کے

لئے جو صبح کے اوقات میں فارغ نہیں ہوتے ابتدائی عربی گرامر کی تعلیم کے لئے ایک "ایوننگ عریبک کلاس" کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ ۱۹۹۳ء میں اس کلاس کا آغاز ہو چکا ہے جو فروری تک جاری رہے گی۔ کُل ۲۹ طلباء نے داخلہ لیا ہے۔

قرآن کالج کے پیغام کو زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچانے کے لئے ہر سال کی طرح اس سال بھی مختلف اوقات میں پاکستان کے مشہور روزناموں اور انجمن' تنظیم اور تحریکِ خلافت کے رسائل میں اشتہارات دیئے گئے جبکہ ہزاروں کی تعداد میں پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔

## ۹۳ء میں بورڈ آف گورنرز کے اہم فیصلے:

۱۹۹۱ء میں لاہور بورڈ نے فیصلہ کیا تھا کہ ایف اے سال اول اور ایف اے سال دوم کے بورڈ کے امتحانات الگ الگ ہوا کریں گے۔ اس تبدیلی کی وجہ سے یہ ممکن نہیں رہا تھا کہ بورڈ کے سلیبس (Syllabus) کے ساتھ طلبہ کو اضافی مضامین کی تدریس کی جاسکے۔ چنانچہ میٹرک پاس کرکے قرآن کالج میں داخلہ لینے والے طلبہ کے لئے ایک اضافی تربیتی سال لازم کر دیا گیا تھا۔

اب لاہور بورڈ نے دوبارہ پرانا طریقہ کار اختیار کرلیا ہے یعنی ایف۔اے سال اول اور ایف۔اے سال دوم کا ایک ہی امتحان دو سال کے اختتام پر ہوا کرے گا۔ اس لئے کالج انتظامیہ کے لئے یہ ممکن ہو گیا ہے کہ کالج میں چھٹیوں کی تعداد میں کمی اور کالج کے مسلسل تدریسی نظام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دو سال میں بورڈ کا سلیبس (Syllabus) اور اضافی مضامین کی کماحقہٗ تدریس کا فریضہ سرانجام دے سکے۔

مذکورہ بالا بنیاد پر کالج کے بورڈ آف گورنرز نے فیصلہ کیا کہ ۱۹۹۴ء سے براہ راست ایف۔اے سال اول میں داخلہ دیا جائے گا اور ایف۔اے تربیتی سال ختم کر دیا جائے گا' البتہ دوسرے کالجوں سے انٹر پاس طلبہ کے لئے بی۔اے تربیتی سال کا لزوم برقرار رہے گا۔

قرآن کالج کے بورڈ آف گورنرز نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ صبح کے اوقات میں کالج ہذا

میں ایم۔اے معاشیات' ایم۔اے عربی اور ایم۔اے اسلامیات کی کلاسز شروع کرنے کا جائزہ لیا جائے۔ اس ضمن میں کالج انتظامیہ ابتدائی تحقیقات کر رہی ہے' ان شاء اللہ اس کی رپورٹ بورڈ آف گورنرز کے آئندہ اجلاس میں پیش کر دی جائے گی۔

بورڈ آف گورنرز کے ایک اور فیصلے کے مطابق کالج کے اساتذہ اور چند مہمان اہل علم پر مشتمل ایک ریسرچ سیل (Research Cell) کا قیام عمل میں آچکا ہے اور امید ہے کہ ۱۹۹۴ء میں ان شاء اللہ یہ سیل اپنا کام شروع کر دے گا' اس طرح کالج کے تحت تحقیق اور تخلیق علمی کام کرنے کی بنیاد فراہم ہو جائے گی۔ اس تجویز پر بھی غور کیا جا رہا ہے کہ قرآن کالج کے بی۔اے کے طلبہ کے لئے ان کے سلیبس (Syllabus) کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر کی ابتدائی بنیادی تعلیم کا انتظام بھی کیا جائے۔ امید ہے کہ ۱۹۹۴ء میں اس تجویز کے متعلق بھی حتمی فیصلہ کر لیا جائے گا۔

## کالج ہاسٹل:

کالج سے متصل ہاسٹل کی تین منزلہ عمارت ہے' جس میں کم از کم ۷۵ طلباء کی رہائش کی گنجائش ہے۔ ضرورت پڑنے پر اس گنجائش میں توسیع کی جاسکتی ہے۔ سال کے آخر میں ہاسٹل میں ۶۴ طلباء رہائش پذیر تھے۔

طلباء پر ذاتی توجہ اور نگہداشت کی غرض سے کالج کے دو اساتذہ کا ہاسٹل وارڈن اور نائب ہاسٹل وارڈن کے طور پر تقرر کیا گیا ہے۔ یہ دونوں حضرات ہاسٹل کے کوارٹرز میں رہائش پذیر ہیں۔ اس طرح یہ ہمہ وقت کالج ہاسٹل میں نگرانی کے لئے موجود رہتے ہیں۔

قرآن کالج کی امتیازی نظریاتی خصوصیت کے پیش نظر ہاسٹل میں رہائش پذیر طلباء کالج کی تعلیمی اور تربیتی خدمات سے بہتر طور پر مستفید ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ جس حد تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ طلباء کو بورڈنگ کی سہولت فراہم کی جائے۔ قرآن کالج ہاسٹل کا معیار نہایت اعلیٰ ہے۔ طلباء کو ہر ممکن سہولت فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان سہولتوں میں چند قابل ذکر مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ فرنیشڈ (furnished) کمرے

۲۔ میس (MESS) میں تین وقت کھانے کی سہولت
۳۔ موسمی حالات کے پیش نظر ٹھنڈے اور گرم پانی کی سہولت
۴۔ بعض انڈور اور آؤٹ ڈور کھیل کی سہولتیں۔ مثلاً: ٹیبل ٹینس' کرکٹ' بیڈ منٹن' فٹ بال' والی بال اور کیرم وغیرہ۔

طلباء کی تفریح اور معلوماتِ عامہ میں اضافے کی خاطر جب بھی ممکن ہو ویک اینڈ (week-end) پر سائنسی' معلوماتی فلم دکھانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

ان مادی سہولتوں کے علاوہ طلباء کی اخلاقی اور روحانی تربیت کا مناسب انتظام کیا گیا ہے۔ باجماعت نمازِ پنج وقتہ کی پابندی' تلاوت کے اوقات کا لزوم' رات کے کھانے کے ساتھ تذکیری اجتماع میں درس قرآن و حدیث' ایامِ بیض کے روزوں کا اہتمام اور روز مرہ کے معاملات میں اتباعِ سنت کی تشویق و ترغیب اسی کوشش کا حصہ ہیں۔

ہر روز بعد نماز مغرب ہوم ورک (home work) کلاس کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں طلباء کی رہنمائی اور نگرانی کے لئے ایک استاد ہمہ وقت موجود رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعد نماز عشاء طلباء کو اپنے اپنے کمروں میں سیلف سٹڈی کے لئے وافر وقت مہیا کیا جاتا ہے۔

## ○ شعبۂ خط و کتابت کورس

انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن کالج لاہور میں خط و کتابت کورسز ترتیب دیئے گئے ہیں۔ یہ ایسے اصحاب اور طلباء و طالبات کے لئے ہیں جو لاہور یا ملک سے باہر ہیں' یا جن کے لئے کسی وجہ سے کالج میں حاضری ممکن نہیں' تاکہ ایسے اصحاب' طلباء اور طالبات گھر بیٹھے اپنی سہولت کے ساتھ اپنے فارغ وقت میں قرآن حکیم کے فہم اور عربی گرامر کے حصول کے لئے درج ذیل کورسز سے استفادہ کر سکیں:۔

(۱) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی
(۲) ابتدائی عربی گرامر (حصہ اول و دوم)

پہلے کورس یعنی قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی کا آغاز جنوری ۱۹۸۸ء میں کیا گیا۔ اس کورس کا مقصد طلباء و طالبات کو قرآن حکیم کے مربوط مطالعے کے ذریعہ دین کے جامع اور ہمہ گیر تصور سے متعارف کرانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ کورس بہت مقبول ہوا۔ اور اب بھی خوب زور و شور سے جاری ہے۔ اس میں طلباء کی تعداد ۹۶۳ تک پہنچ چکی ہے۔ بیرون ملک اس کورس کا اجراء سعودی عرب میں مکہ مکرمہ' ریاض' جدہ' مدینہ منورہ' ظہران اور الواسع میں ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ابو ظہبی' دوبئ' شارجہ' راس الخیمہ' انگلینڈ' فرانس' امریکہ اور کینیڈا میں بھی اس کورس کا اجراء ہو چکا ہے۔ سالِ رواں یعنی ۱۹۹۳ء کے دوران اس کورس میں ۲۶۳ طلباء نے داخلہ لیا اور ۳۰ طلباء نے یہ کورس مکمل کیا۔

دوسرے کورس یعنی ابتدائی عربی گرامر کا اجراء نومبر ۱۹۹۰ء میں کیا گیا تھا۔ قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنے کے لئے ابتدائی عربی گرامر کا جاننا ناگزیر ہے۔ اس کورس کا مقصد یہ ہے کہ طلباء کو عربی گرامر کے بنیادی اصولوں سے اس حد تک متعارف کرا دیا جائے کہ قرآن و حدیث سے براہ راست استفادہ کے لئے انہیں ایک بنیاد حاصل ہو جائے۔ یہ کورس بھی بہت مقبول ہوا۔ اس کے طلباء و طالبات کی تعداد ۶۳۴ تک پہنچ چکی ہے۔ ۹۳ء میں اس کورس میں ۲۱۷ طلباء نے داخلہ لیا۔ یہ کورس بھی بیرون پاکستان سعودی عرب' ابو ظہبی' دوبئ' شارجہ' انگلینڈ' فرانس' امریکہ اور کینیڈا میں جاری ہو چکا ہے۔ ۱۷ طلباء نے ۱۹۹۳ء میں یہ کورس مکمل کیا۔

اس کورس کے حصہ دوم کا آغاز بھی اکتوبر ۱۹۹۲ء میں کر دیا گیا تھا۔ اس میں طلباء کی تعداد ۴۳ ہو چکی ہے۔ ۱۹۹۳ء کے دوران اس میں ۱۸ طلباء نے داخلہ لیا اور ۱۳ طلباء نے اس کورس کی تکمیل کی۔

ان کورسز کو متعارف کروانے کے لئے ملک کے مشہور روزناموں میں اور انجمن کے جرائد میں اشتہارات دیئے گئے۔ تنظیم اسلامی کے مختلف اسرہ جات کے نقباء اور مقامی تنظیموں کے امراء کو مدیر شعبۂ خط و کتابت کی طرف سے ذاتی خطوط لکھے گئے۔ مختلف دینی رسائل سے درخواست کی گئی کہ وہ ان کورسز کو اپنے قارئین سے متعارف کروائیں۔

ان اقدامات کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا اور ۹۲ء کے مقابلہ میں ۹۳ء میں داخلہ لینے والے حضرات کی تعداد میں پہلے اور دوسرے کورس میں بالترتیب ۴۳ اور ۱۱فیصد اضافہ ہوا۔

## ○جنرل ایڈمنسٹریشن

**ذمہ داریاں:** اکیڈمی میس اور ہاسٹل' خصوصی کنٹریکٹ کے ملازمین' ریکارڈ کیپنگ' Payroll 'Budgeting 'Statistics' کمپیوٹر سیکشن اور گورنمنٹ دفاتر اور ارکان انجمن سے رابطہ تو شروع ہی سے جنرل ایڈمن کا حصہ ہیں۔ گزشتہ سال سے Personnel کی ذمہ داری بھی جنرل ایڈمنسٹریشن کا حصہ بنادی گئی ہے۔ مختلف شعبہ جات کی اپنے ملازمین سے متعلق سفارشات' خواہ وہ ملازمت دینے یا ختم کرنے سے متعلق ہوں' یا تنخواہ میں اضافہ اور ترقی سے متعلق ہوں' Personnel ریویو کرکے اپنی سفارشات کے ساتھ ناظم اعلیٰ کی منظوری کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اس طرح ملازمین کے تمام معاملات پر انفرادی شعبہ کی سطح سے بلند ہوکر انجمن کی سطح پر ریویو ممکن ہو جاتا ہے اور فیصلوں میں یکسانی اور ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔

ایڈمن نے اپنی یہ تمام ذمہ داریاں بڑی خوش اسلوبی سے ادا کی ہیں' خصوصیت سے انجمن کی ضرورتوں کے مطابق گورنمنٹ اور utilities کے محکموں سے رابطہ اور اراکین انجمن سے سال میں کئی بار باقاعدگی سے contact قابل ذکر ہیں۔

**ماہانہ اعانتوں میں اضافہ:** جس تیزی سے روپے کی قوتِ خرید گر رہی ہے ہم سب کو اشیاء کی آسمان سے باتیں کرتی ہوئی قیمتوں سے اس کا بخوبی اندازہ ہے۔ اس کا دوسرا پیمانہ دوسرے ملکوں کی کرنسی سے روپے کی زرتبادلہ کی شرح ہے۔ ستمبر ۹۰ء میں امریکی ڈالر کے لئے یہ شرح سوا بائیس روپے فی ڈالر تھی جبکہ ستمبر ۹۳ء میں official بینک ریٹ تقریباً ۳۰ روپے فی ڈالر اور open مارکیٹ میں ۳۲ روپے فی ڈالر تک پہنچ گیا تھا۔ روپے کی devaluation کے علاوہ' انجمن کی دعوت رجوع الی القرآن کے توسیعی پروگرامز کے لئے اضافی فنڈز کی ضرورت بھی بڑھ رہی ہے۔ اس لئے مجلس منتظمہ نے کافی

غور و خوض کے بعد بادلِ ناخواستہ یہ فیصلہ کیا کہ تینوں نوع کے اراکین کی ماہانہ اعانت میں نومبر ۹۳ء سے اضافہ کیا جائے۔ نئی شرح عام ارکان کے لئے سو روپے' مستقل ارکان کے لئے دو سو روپے اور مؤسسین / محسنین کے لئے چار سو روپے ماہانہ مقرر کی گئی۔ لیکن ساتھ ہی تمام اراکین کو مطلع کیا گیا کہ اگر کوئی رکن کسی وجہ سے نئی شرح پر ماہانہ ادائیگی نہ کر سکیں تو انہیں اختیار ہو گا کہ وہ اکتوبر ۹۳ء کی شرح پر ہی ماہانہ اعانت جاری رکھیں۔ یہاں یہ بتا دینا مناسب ہے کہ یکمشت زر تعاون میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا اور وہ حسب سابق محسنین کے لئے دس ہزار روپے اور مستقل ارکان کے لئے پانچ ہزار روپے ہے۔

قرآن کالج کے لئے فنڈز کی دستیابی کے لئے پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کو درخواست دی گئی ہے اور اسے follow up کیا جا رہا ہے۔

**اکاؤنٹس اور کیش سیکشن:** اکاؤنٹس اور کیش سیکشن ناظم مالیات کے تحت آتے ہیں' گو بحیثیت مجموعی جنرل ایڈمنسٹریشن کا حصہ شمار ہوتے ہیں۔ صرف تین افراد پر مشتمل یہ عملہ — اکاؤنٹنٹ' کیشیئر اور اکاؤنٹس کلرک — اپنی ذمہ داریاں احسن طریقہ پر پوری کر رہا ہے۔ اعانتوں کی وصولی کے لئے ہمہ وقت انتظام' بینک میں کیش جمع کروانا اور نکلوانا' Petty cash کا حساب' payroll کی تقسیم وغیرہ بروقت اور صحیح طریقہ پر سرانجام دی جا رہی ہیں۔ اکاؤنٹس کی book-keeping اور فائنل اکاؤنٹس کی ماہانہ تیاری بروقت ہوتی رہی ہے۔ اسی طرح یہ بات بڑے اطمینان کا باعث ہے کہ ہر سال سالانہ فائنل اکاؤنٹس نہ صرف بروقت تیار ہو جاتے ہیں بلکہ جنوری کے آخر تک اس کا external آڈٹ بھی ہو جاتا ہے۔ آڈٹ کے ضمن میں مجھے انجمن کے آڈیٹرز رحمن سرفراز اینڈ کمپنی کے مثالی تعاون کا ذکر کرنے میں انتہائی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ یہ ذمہ داری وہ اعزازی طور پر سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے پروپرائٹرز اور کارکنان کو جزائے خیر سے نوازے۔ Audited اکاؤنٹس سے لئے گئے اخراجات اور آمدنی اور assetts اور liabilities کی figures اس رپورٹ میں شائع کی گئی ہیں۔

اکاؤنٹس کے external آڈٹ کے ساتھ' انٹرنل آڈٹ کا ذکر بھی ضروری سمجھتا

ہوں۔ انٹرنل آڈٹ کی ذمہ داری محترم رحمت اللہ بٹر صاحب' ناظم مرکزی بیت المال تنظیم اسلامی اور رکن مجلس منتظمہ مرکزی انجمن کو تفویض کی گئی ہے۔ وہ اسے بڑی باقاعدگی سے ادا فرما رہے ہیں۔ ہر ہفتہ' منگل کے دن وہ قرآن اکیڈمی آڈٹ کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ سالانہ اسٹاک ٹیکنگ جس میں انجمن' کالج' ہاسٹل' جنرل کلینک کے اثاثہ جات اور مکتبہ کی کتب و کیسٹس اور نشرالقرآن کے کیسٹ اسٹاکس شامل ہیں' انٹرنل آڈٹ کا حصہ ہیں۔

کیش کی کمپیوٹرائزیشن کے ذیل میں مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہم ۹۳ء کے پلان کے مطابق پروگرام کو آگے نہیں بڑھا سکے۔ اس کی بڑی وجہ ایک باصلاحیت اور ماڈرن ٹیکنیکس سے واقف Data Proccessing مینیجر کی عدم دستیابی ہے۔ بہرحال پرانی مشین پر جو کام پہلے سے کمپیوٹرائز کئے جا چکے تھے' وہ ۹۳ء میں بھی جاری رہے۔

## ○ شعبۂ نشرالقرآن

۹۳ء کے دوران اس شعبہ میں بھی improvement ہوئی ہیں۔ سازوسامان کے لحاظ سے NTSC سسٹم کے ایک ویڈیو کیمرہ کا اضافہ ہوا۔ یہ کیمرہ شمالی امریکہ کے لئے ویڈیوز تیار کرتا ہے تاکہ PAL سسٹم کی ویڈیو کو امریکہ کے لئے NTSC سسٹم پر تبدیل کرنے کی زحمت اور خرچ سے بچا جائے۔ یہ کیمرہ تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ نے ہمیں مہیا کیا ہے۔ اس کے علاوہ ابوظبی کے ایک صاحبِ خیر نے ایک ویڈیو TITLER اور MIXER تحفتاً دیا ہے۔ اب ہمارے ویڈیوز نہ صرف باقاعدہ ٹائٹل کے ساتھ بنتے ہیں بلکہ دو کیمروں سے جو دو فلمیں مختلف زاویوں سے لی جاتی ہیں یا خطیب اور قرآنی text کے جو الگ الگ فلم بنتے ہیں' انہیں ویڈیو بننے کے دوران ہی ضرورت کے مطابق ایک فلم پر مکس (mix) کیا جا سکتا ہے۔ ناانصافی ہوگی اگر یہاں hardware کے ساتھ اس live ware کا ذکر نہ کیا جائے جو نہ صرف اس سازوسامان کو باہر سے منگوانے کا سبب بنا ہے بلکہ اس کو احسن طریقہ پر استعمال بھی کر رہا ہے۔ میری مراد آصف

حمید سے ہے جو قرآن کالج سے اپنی .B.A کی ڈگری لینے کے بعد اب اعزازی طور پر اپنا وقت اور صلاحیت انجمن کے شعبہ نشر القرآن میں لگا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ محنت قبول فرمائے۔

## ○جنرل کلینک

قرآن اکیڈمی میں قائم جنرل کلینک بفضلہٖ تعالیٰ باقاعدگی سے کام کر رہا ہے۔ طے کیا گیا ہے کہ اس کلینک کو قرآن کالج کے basement میں منتقل کر دیا جائے۔ اس طرح یہ سہولت ہاسٹل میں رہائش پذیر طلباء سے زیادہ نزدیک ہو جائے گی۔ بیشک اکیڈمی کے ملازمین اور ملحقہ آبادی کے لوگوں کے لئے اس کلینک کی سہولت برقرار رہے گی۔

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ
خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ
ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ
سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ
سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ

حضور علیہ السلام نے فرمایا:
دو بول ایسے ہیں جو اللہ تعالےٰ کو بہت پسند ہیں جو زبان پر بہت آسان،
لیکن میزانِ عمل میں بہت بھاری ہونگے ——— (وردہ یہ ہیں)

۱: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ
۲: سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ

# مالی گوشوارہ حساب آمد و خرچ برائے سال ۱۹۹۳ء

# Financial Statement 1993

| Amount<br>رقم | Expenses<br>اخراجات | Amount<br>رقم | Income<br>آمدن |
|---|---|---|---|
| 462,500.35 | قرآن کالج (اخراجات منہا آمدن) | 889,424.00 | ماہانہ اعانت |
| | ہاسٹل قرآن کالج | 1,632,558.00 | خصوصی دیگر اعانت |
| 215,386.00 | (اخراجات منہا آمدن) | 83,111.81 | فیس خط وکتابت ودیگر کورسز |
| | قرآن اکیڈمی کلینک | 301,743.90 | دیگر آمدنی |
| 24,601.00 | (اخراجات منہا آمدن) | | |
| 48,811.00 | محاضرات قرآنی | | |
| 12,798.00 | نقد امداد | | |
| 59,034.75 | دعوت و تبلیغ و پبلسٹی | | |
| 1. ,736.00 | جامع القرآن | | |
| 57,755.50 | قرآن اکیڈمی ہاسٹل و میس | | |
| 673,176.00 | اسٹاف کی تنخواہ | | |
| 274,268.55 | ٹیلی فون، فیکس، بجلی، پانی و گیس بل | | |
| 104,545.00 | آڈیٹوریم | | |
| 23,989.00 | اولڈ ایج بینیفٹ انسٹیٹیوشن | | |
| 78,902.50 | مرمت اور مینٹیننس | | |
| 170,976.30 | خط وکتابت ودیگر کورسز | | |
| 77,615.00 | امداد میس قرآن کالج | | |
| 254,691.79 | دیگر اخراجات | | |
| 252,050.97 | آمدنی منہا اخراجات | | |
| 2,906,837.71 | | 2,906,837.71 | |

# بیلنس شیٹ برائے سال ۱۹۹۳ء

# Balance Sheet As At December 1993

| Amount<br>رقم | Liabilities<br>ادائیگی کی ذمہ داریاں | Amount<br>رقم | Assests<br>اثاثہ جات |
|---|---|---|---|
| 2,059,000.00 | فکسڈ فنڈز: موسسین، محسنین اور مستقل اراکین کی یکمشت ادائیگی | 19,814,085.36 | مستقل اثاثہ جات و سرمایہ کاری |
| 3,049,748.25 | قرآن اکیڈمی فنڈ | 1,516,093.00 | مکتبہ مرکزی انجمن |
| 10,768,380.73 | قرآن کالج و آڈیٹوریم فنڈ | 10,464.70 | ادویات کا اسٹاک و سٹور |
| 683,900.00 | مسجد و مکتب والٹن اور دار القرآن وسن پورہ فنڈ | 80,675.00 | پیشگی رقوم و دیگر واجب الوصول رقوم |
| 42,145.00 | تعلیمی قرضہ فنڈ | 34,855.00 | تعلیمی قرض برائے طلبہ |
| 31,950.00 | سیکیورٹی ڈیپازٹ | 16,436.87 | بینک میں موجود رقم |
| 35,013.00 | قابل ادائیگی اخراجات | 2,846.05 | امپریسٹ فنڈ |
| 4,553,268.03 | میزان آمدنی منہا اخراجات، یکم جنوری ۱۹۹۳ء | | |
| 252,050.97 | میزان آمدنی منہا اخراجات، سال ۱۹۹۳ء | | |
| 21,475,455.98 | | 21,475,455.98 | |

# سال ۱۹۹۳ء کے دوران
# منسلک انجمنوں کی کارکردگی کا مختصر جائزہ

## انجمن خدام القرآن سندھ ' کراچی

الحمدللہ کہ انجمن اپنے مقاصد و اہداف کے حصول کی طرف بتدریج بڑھ رہی ہے۔ انجمن کی ترجیحات میں قرآن اکیڈمی کی تکمیل کے بعد مسجد جامع القرآن کی تعمیر' بعد ازاں دعوتی و تعلیمی سرگرمیاں ہیں جن کی مختصر رپورٹ ذیل میں درج ہے۔

**مسجد جامع القرآن کی تعمیر:** مسجد کی تعمیر آخری مراحل میں ہے۔ مسجد کی چھت کی SCREEDING کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ پلاسٹر کا کام جاری ہے۔ فرش کا کام باقی رہ گیا ہے۔ انشاءاللہ توقع ہے کہ تقریباً چھ ماہ کے عرصے میں مسجد کی تعمیر کا کام مکمل ہو جائے گا۔

**رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ میں دورۂ ترجمہ قرآن:** اس مرتبہ دورۂ ترجمہ قرآن کی مبارک ذمہ داری امیر تنظیم اسلامی ضلع شرقی نمبر ۲ انجنیئر نوید احمد صاحب کے حصہ میں آئی۔ اپنی یہ ذمہ داری موصوف نے اس احسن طریقے پر نبھائی گویا کہ امیر محترم کی رفاقت کا حق ادا کر دیا۔ اس دورۂ قرآن میں اوسط حاضری تقریباً پچاس افراد تک رہی۔ البتہ شب جمعہ اور ستائیسویں رمضان المبارک کی شب حاضری میں معتدبہ اضافہ رہا۔ دورۂ ترجمہ قرآن کے دوران قرآن اکیڈمی میں مقیم شرکاء کے لئے افطار و سحری کا باقاعدہ بندوبست تھا۔ معتکف حضرات کی تعداد آٹھ رہی۔ دورۂ ترجمہ قرآن کی تکمیل ستائیسویں رمضان المبارک کی شب کو ہوئی۔ مرد حضرات کی حاضری تقریباً ڈھائی سو اور خواتین کی بیس رہی۔ تذکرۃ ' استقبالِ رمضان کا خطاب مرکزی ناظم بیت المال تنظیم اسلامی پاکستان

رحمت اللہ بٹر صاحب نے ارشاد فرمایا تھا۔

**امیر محترم کے خطاباتِ جمعہ :** امیر محترم نے مسجد جامع القرآن' قرآن اکیڈمی میں سال کے دوران پانچ خطابات جمعہ ارشاد فرمائے جن میں حاضری پانچ سو سے گیارہ سو افراد تک رہی۔ جمعہ کے خطابات کے علاوہ نومبر میں چار روز محترم صدر مؤسس نے نظامِ خلافت پر خطاب کیا۔ یہ خطابات کراچی کے تاریخی خالق دینا ہال میں منعقد ہوئے۔ حاضرین کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

**خواتین کے اجتماعات:** قرآن اکیڈمی میں تنظیم اسلامی حلقہ خواتین' اسرۂ ڈیفنس کے ماہانہ اجتماعات بڑی باقاعدگی کے ساتھ منعقد ہوئے۔ یہ خواتین کے ان دو ہفتہ وار اجتماعات کے علاوہ ہیں جو ہفتہ اور منگل کو اسی مقام پر ہوتے ہیں۔

**قرآنی تعلیم کا کورس:** گلشن اقبال میں واقع دفتر تنظیم اسلامی ضلع شرقی نمبرا میں دس مئی ۹۳ء سے چالیس ہفتوں کے ایک کورس کا اجراء ہوا۔ کورس کے آغاز میں طلباء و طالبات کی تعداد ۲۴ اور ۲۶ تھی جو اب گھٹ کر ۱۲ اور ۱۲ رہ گئی ہے۔ یہ کورس اب اختتامی مراحل میں داخل ہو چکا ہے۔

**طلباء کے لئے قرآنی' معلوماتی اور تربیتی کورس:** اسکولوں میں موسم سرما کی تعطیلات کے دوران یہ کورس قرآن اکیڈمی میں ۱۴ تا ۲۴ جون کو منعقد ہوا جس میں ۷ا طلباء شریک ہوئے۔ کورس کے اختتام پر اول' دوم اور سوم آنے والے طلباء میں انعامات اور تمام طلباء کو اسناد تقسیم کئے گئے۔

**بچوں کے لئے ناظرہ تعلیم:** ناظرہ تعلیم کا سلسلہ قبل نماز عصر روزانہ جاری ہے جس میں ۲۰ سے زائد بچے اور بچیاں ناظرہ قرآن کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

**الہدیٰ لائبریری و مکتبہ:** قرآن اکیڈمی میں یہ لائبریری اور مکتبہ قائم ہے جہاں سے ممبران کو آڈیو اور ویڈیو کیسٹس اور کتابیں جاری کی جاتی ہیں اور مکتبہ سے ان کی فروخت

بھی جاری ہے۔ حال ہی میں تنظیم کے بزرگ رفیق جناب شیخ جمیل الرحمٰن صاحب نے اپنی نجی لائبریری سے کتابوں کی خاصی تعداد لائبریری کو عطیہ کے طور پر دی ہے۔

**انجمن کا شعبۂ سمع و بصر:** الحمدللہ اب اکیڈمی میں ویڈیو اور آڈیو کیسٹس کی اعلیٰ اور معیاری ریکارڈنگ کے لئے ایک علیحدہ شعبہ سمع و بصر قائم ہو چکا ہے۔ توقع ہے کہ یہ شعبہ تنظیم کی فکر کو عام کرنے اور توسیع دعوت کے ضمن میں اہم کردار ادا کرے گا۔

اکیڈمی میں کمپیوٹر کی تنصیب کا معاملہ بھی زیر غور ہے۔ توقع ہے کہ جلد ہی اس کا انتظام بھی ہو جائے گا۔

**سندھی لٹریچر:** اندرون سندھ' سندھی بھائیوں میں تنظیم کی فکر کو عام کرنے کے لئے امیر محترم کی کتابوں کے سندھی ترجمے کے سیٹ مختلف لائبریریوں اور احباب کو تعمیل ارشاد کے طور پر ارسال کئے جاتے ہیں۔

**انجمن کا ذیلی مرکز لانڈھی:** یہ ذیلی مرکز مین روڈ لانڈھی نمبر۶ کریم بخش کارنر پر واقع ہے۔ یہاں بھی لائبریری قائم ہے جس سے علاقے کے لوگ استفادہ کر رہے ہیں۔ یہاں آڈیو کیسٹ سنانے اور ویڈیو کیسٹ دکھانے کا ہفتہ وار پروگرام ہوتا ہے جس کے ذریعہ بھی لوگ دروس قرآن و خطابات سے استفادہ کر رہے ہیں۔ اس مرکز کے تحت جامع مسجد طیبہ میں شب جمعہ کے پروگرام بھی منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی مختلف مواقع پر مختلف نوعیت کے پروگرام ہوتے رہتے ہیں۔

مرتبہ: سید نسیم الدین
معتمد عمومی
انجمن خدام القرآن سندھ کراچی

# انجمن خدام القرآن بلوچستان ' کوئٹہ

انجمن خدام القرآن بلوچستان کا قیام کوئٹہ میں ماہ نومبر ۱۹۸۹ء میں عمل میں آیا۔ فنڈز کی کمی کے باعث تاحال انجمن کے لئے کوئی قطعۂ اراضی حاصل نہیں کیا جاسکا اور انجمن شہر کی ایک معروف شاہراہ "جناح روڈ" کی ایک عمارت میں سات صد روپیہ ماہوار کرایہ پر حاصل کردہ ایک کمرہ میں محدود ہے' جس کی حیثیت کیسٹس لائبریری و دارالمطالعہ کی بھی ہے۔ یہ دفتر روزانہ (علاوہ جمعہ) نماز عصر تا نماز عشاء باقاعدگی سے کھلا رہتا ہے۔ اسی دفتر میں تنظیم اور تحریک خلافت کے تنظیمی و دعوتی اجتماعات کا بھی انعقاد ہوتا ہے۔ انجمن کے پاس مطبوعات نیز آڈیو و ویڈیو کیسٹس کا وافر ذخیرہ موجود ہے' جو نہ صرف خواہش مند حضرات کو پڑھنے سننے اور دیکھنے کے لئے فراہم کی جاتی ہیں بلکہ فروخت بھی کی جاتی ہیں۔

گزشتہ چار سال کے دوران شہر کے مختلف علاقوں میں مختلف ایام و اوقات میں درس قرآن کے حلقے قائم کئے جاتے رہے ہیں۔ اس وقت ہمارے درس کے دو حلقے قائم ہیں جو گزشتہ تقریباً ایک سال سے کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں۔ گزشتہ سال عربی و تجوید کے علاوہ لفظی ترجمۂ قرآن کا بھی ان کلاسز میں اضافہ کیا گیا۔ ان مضامین کی تعلیم و تدریس کے لئے کوئٹہ شہر کے معروف و مستند اساتذہ کی خدمات حاصل کی جاتی رہی ہیں۔

انجمن کی جانب سے اراکین انجمن و دیگر حضرات کو جو انجمن کے دفتر میں رابطہ کی غرض سے وقتاً فوقتاً تشریف لاتے ہیں انجمن کا دعوتی و معلوماتی لٹریچر فراہم کیا جاتا ہے۔ ایسے اراکین انجمن جن کی ماہانہ اعانتیں باقاعدگی کے ساتھ موصول ہو رہی تھیں' انجمن نے اعزازی طور پر سال ۹۲ - ۱۹۹۱ء میں ان کے نام ماہنامہ "حکمت قرآن" جاری کرایا تھا۔ امسال بھی ایسے تمام اراکین کے لئے مذکورہ مجلّہ کی تجدید کرائی گئی ہے۔

انجمن کے لئے ایک عدد ٹیلی وژن اور وی سی پی خریدنے کی تجویز زیر غور ہے۔ اس طرح ہم عنقریب ایک حلقہ درس بذریعہ وڈیو کیسٹ قائم کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

ضابطہ کی رو سے انجمن بلوچستان نے حاصل شدہ اعانتوں کا دس فیصد (عشر) مرکزی

انجمن کو ادا کر دیا ہے۔ الحمد للہ اس ضمن میں انجمن کوئٹہ کی جانب کوئی بقایا جات نہیں ہیں۔ انجمن کے قیام کے بعد سے ہر سال انجمن کا سالانہ اجلاس باقاعدگی کے ساتھ صدر مؤسس کی زیر صدارت ماہ ستمبر یا اکتوبر میں منعقد ہوتا رہا ہے۔ لیکن جناب صدر مؤسس کے بیرون ملک طویل تنظیمی اور دعوتی دورہ کی وجہ سے ۱۹۹۳ء میں چوتھا سالانہ اجلاس منعقد نہیں کیا جاسکا۔

دعا ہے کہ اللہ کریم خدمت دین کے ضمن میں ہماری ان حقیر مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

مرتبہ : سید برہان علی
نائب صدر
انجمن خدام القرآن بلوچستان

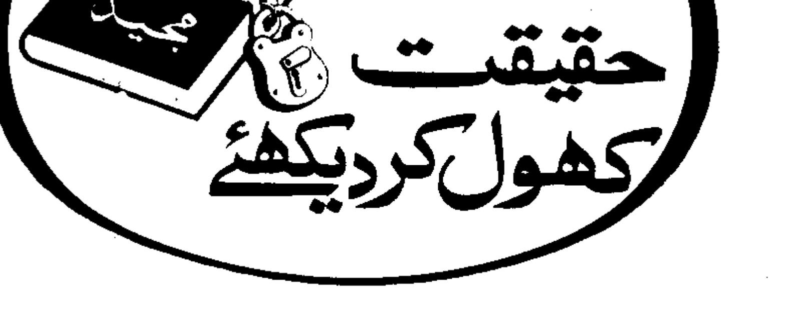

# انجمن خدام القرآن پنجاب ملتان

الحمدللہ کہ انجمن خدام القرآن پنجاب ملتان اپنی عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہے۔

**دعوتی و تعلیمی سرگرمیاں:** بفضلہٖ قرآن اکیڈمی کی جامع مسجد میں ہم نے اول روز ہی سے قرآن و حدیث کی اساسی تعلیمات کو اپنا موضوع بنایا اور جس منتخب نصاب قرآنی کا درس ان محافل میں شروع ہوا تھا بتوفیقِ الٰہی باقاعدگی سے جاری رہا اور اب عنقریب تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ اس خطاب جمعہ سے ڈیڑھ دو صد پڑھے لکھے حضرات و خواتین بھرپور استفادہ فرما رہے ہیں۔ علاوہ ازیں شہر ملتان کی مختلف مساجد میں پانچ جگہ ہمارے ساتھی ہفتہ وار درسِ قرآن دے رہے ہیں۔

**دورۂ ترجمۃ القرآن:** رجوع الی القرآن کی جس تحریک کا آغاز محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے کر رکھا ہے اس کا نقطۂ کمال نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن ہی ہے۔ ماہ صیام میں بندگانِ خدا کے قلوب و اذہان عظمت قرآن کے آگے پست اور ایمان و یقین کی تخم ریزی کے لئے نرم و گداز تو ہوتے ہی ہیں' لہٰذا یہ خاص موقع امسال بھی ہم نے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ مجلس منتظمہ نے فیصلہ کیا کہ اس مرتبہ بھی قرآن اکیڈمی میں تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ کیا جائے۔ ترجمۂ قرآن کے لئے قرعۂ فال محترم مختار فاروقی صاحب کے نام نکلا۔ ماہ صیام کے اس پروگرام کی خوب تشہیر کی گئی۔ الحمدللہ کہ یہ پروگرام نہایت کامیابی کے ساتھ اپنی تکمیل کو پہنچا۔

**شعبۂ حفظ قرآن و شعبۂ تجوید:** ہمارے ہاں شعبۂ حفظ غیر اقامتی ہے۔ اس وقت اس شعبہ میں ۱۳ بچے حفظ کی تعلیم پا رہے ہیں۔ حفظ کی کلاس صبح اور شام دونوں وقت ہوتی ہے۔ تجوید کا وقت نماز عصر تا مغرب ہے۔ اس کلاس میں بچوں کی تعداد ۶۰ سے متجاوز ہے۔ بچوں کی روز افزوں تعداد کے پیش نظر ہم نے ایک نئے قاری کی خدمات حاصل کی ہیں۔

الحمد للہ کہ بچے تجوید کے اصولوں کے مطابق قرآن پڑھ رہے ہیں۔

**قرآنی ورکشاپ:** مجلس منتظمہ نے فیصلہ کیا کہ موسم گرما کی تعطیلات میں کالجوں اور ہائی سکولوں کے نوجوان طلباء کے لئے ایک تیس روزہ قرآنی / دینی ورکشاپ منعقد کی جائے۔ یہ ورکشاپ ۱۲ جون تا ۱۱ جولائی ۹۳ء نہایت پرسکون ماحول میں منعقد ہوئی۔ اس تربیت گاہ کے شرکاء کے فکر و نظر اور جسم و جان پر نمایاں تبدیلیاں دیکھنے میں آرہی ہیں۔ اس تربیت گاہ کا نصاب اصولِ تجوید' عربی زبان' درس قرآن' مطالعہ احادیث' قرآن کا انقلابی پیغام' دین کا حرکی اور جامع تصور اور اقبالیات پر مشتمل تھا۔ نوجوان طلباء کو فنِ تقریر کی بھی تعلیم دی گئی۔

**ہفت روزہ تربیت گاہ:** ماہ ستمبر ۹۳ء کے اوائل میں اسی نوعیت کی ایک کل وقتی ہفت روزہ تربیت گاہ بھی منعقد کی گئی' جس میں تطہیرِ فکر' اصلاحِ عقائد و اعمال' تہذیب اخلاق اور تعمیرِ سیرت جیسے انتہائی اہم پروگرام شامل تھے۔ رات کے اوقات میں شرکاء کو ذکر نیم شبی اور نوافل کی تربیت بھی دی گئی۔ اس تربیت گاہ میں لگ بھگ پچیس نوجوان شریک ہوئے۔

**لائبریری و مکتبہ:** آج کی مصروف زندگی میں آڈیو / وڈیو کیسٹس بھی بہت مؤثر کردار ادا کرتی ہیں' ہم نے محدود وسائل سے اس مقصد کے حصول کے لئے انجمن کے دفتر میں وڈیو / آڈیو کیسٹس' کتب حدیث و تفسیر اور آسان دینی لٹریچر کا انتظام کیا ہوا ہے۔ لائبریری صبح و شام کھلتی ہے اور طالبان علم دین اس سے مفت استفادہ کرتے ہیں۔ دین کے علم کی نشر و اشاعت کے لئے ہم نے مختلف علماء کی تصانیف کو عام کرنے کا انتظام بھی کر رکھا ہے۔ ہر جمعہ کو نمازیوں کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ماہانہ رسائل و جرائد اور کتب کا سٹال بھی لگایا جاتا ہے۔

**انتظامی امور:** کسی بھی ادارہ کی کامیابی کا دارومدار اس کی Governing Body کی قوت و صلاحیت کار اور خلوص و اخلاص پر ہوتا ہے۔ مجلس عامہ نے جن حضرات کو انجمن کے امور کی انجام دہی اور نگرانی کا فریضہ سونپا تھا الحمد للہ کہ

مجلس منتظمہ نے اسے پوری دیانت و لگن سے ادا کرنے کی کوشش کی۔ دوران سال مجلس منتظمہ کے چھ اجلاس ہوئے جن میں کارکردگی کا جائزہ' منصوبہ بندی کے لئے مشاورت اور محاسبہ وغیرہ شامل ہیں۔ ۲۹ مارچ ۹۳ء کو مجلس عامہ کے سالانہ اجلاس میں قواعد کے مطابق نئی مجلس منتظمہ کا انتخاب ہوا۔

**تعمیراتی کارکردگی:** زیر رپورٹ مالی سال میں فنڈز کی عدم دستیابی کے باعث کوئی قابل ذکر تعمیراتی کام تو نہیں ہو سکا' البتہ ماہ صیام کے پروگرام کو مسجد میں منعقد کرنے کے لئے صدر محترم نے ہنگامی بنیادوں پر مسجد کی تکمیل کا حکم فرمایا تھا۔ تعمیل ارشاد کے لئے سرتوڑ کوشش کی گئی۔ یہاں تک کہ FALSE CEILING جیسے کام دوران ماہ صیام بھی جاری رہے۔ الحمد للہ کہ مسجد کی تعمیر کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ ایئرکنڈیشنرز اور کارپٹ کا کام باقی ہے۔ انہی ایام میں خواتین ہال کی تیاری اور باتھ رومز اور وضو خانہ کی تعمیر بھی ہنگامی بنیادوں پر کی گئی۔

مرتبہ : ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی

معتمد عمومی

انجمن خدام القرآن پنجاب ملتان

---

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

اور پیغمبر کہیں گے کہ اے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا

(الفرقان - ۳۰)

---

# انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) فیصل آباد

انجمن خدام القرآن فیصل آباد کی تشکیل ۲۶ مئی ۱۹۹۰ء کو عمل میں آئی۔ سال ۱۹۹۳ء کے دوران دفتر کے باقاعدگی سے کھلنے کا مسئلہ ایک ہمہ وقتی انتہائی ذمہ دار کارکن کے میسر آنے سے حل ہوگیا۔ اب دفتر دن بھر کھلا رہتا ہے اور لوگ دفتر میں موجود کتب اور کیسٹس کے علاوہ Audio Visual Aids سے بھرپور استفادہ کرسکتے ہیں۔

سال ۱۹۹۳ء میں بھی سال گزشتہ کی طرح دفتر انجمن میں ترجمۂ قرآن کے ساتھ نماز تراویح کا اہتمام کیا گیا تھا۔ قرآن سنانے کے لئے ایک پی ایچ ڈی حافظ قرآن (ڈاکٹر عبد الصمد صاحب) جو انجمن کے رکن بھی ہیں' کی خدمات حاصل کی گئیں جب کہ مترجم کے فرائض صدر انجمن ہذا ڈاکٹر عبد السمیع' صاحب نے ادا کئے۔ فیصل آباد میں ماہانہ درس قرآن کا ایک سلسلہ انجمن خدام القرآن کے بانی و سرپرست محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ۱۹۸۸ء میں شروع کیا تھا اور بعدۂ اس کی ذمہ داری مقامی صدر ڈاکٹر عبد السمیع صاحب کو تفویض کی تھی۔ انجمن فیصل آباد بحمد اللہ اس سلسلے کو بغیر تعطل کے نبھارہی ہے اور درس کی حاضری میں بدستور اضافہ ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر عبد السمیع صاحب کے بیرون ملک سفر کے دوران بھی مرکزی انجمن اور انجمن پنجاب ملتان کے مہمان مدرس بلا کر اس سلسلے میں ناغہ نہیں ہونے دیا گیا۔ سال زیر رپورٹ کے دوران ایک گریجویٹ قاری صاحب کی خدمات حاصل کرکے تجوید کی کلاس کا اہتمام بھی کیا گیا۔

اس سال کے دوران بھی مجلس منتظمہ کے اجلاس باقاعدہ منعقد ہوتے رہے اور مجلس منتظمہ نے تنظیم اسلامی کی طرح تحریک خلافت کو بھی برائے نام کرایہ (Token Rent) پر دفتر کو اپنے اجتماعات اور دیگر سرگرمیوں کے لئے استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔ اس سے انجمن کے دفتر کی رونق میں خاطر خواہ اضافہ ہوگیا ہے۔

مرتبہ : میاں محمد اسلم.

معتمد عمومی انجمن خدام القرآن فیصل آباد

# انجمن خدام القرآن سرحد' پشاور

پورا عالم اسلام اس وقت جن مصائب و مسائل سے دوچار ہے اور جس طرح وقار اور عزت سے محروم ہے اس کا احساس ہر درد مند مسلمان کے دل میں موجود ہے اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہم نے قرآن حکیم سے اپنا رشتہ اور ناطہ توڑ رکھا ہے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کے کی ہم کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اسی احساس اور دلی خواہش کی بنا پر محترم صدر مؤسس ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے مرکزی انجمن خدام القرآن کی بنیاد تقریباً ۲۲ سال قبل ڈال دی تھی۔ اس انجمن کے قیام کا مقصد منبعِ ایمان اور سرچشمۂ یقین قرآن حکیم کی جانب مراجعت اور اس کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔

لاہور کی مرکزی انجمن کے قیام کے بعد کراچی' کوئٹہ' ملتان اور فیصل آباد میں منسلک انجمنیں قائم کی گئیں۔ پشاور میں بھی انجمن خدام القرآن کی بنیاد رکھنے کے لئے کافی مدت سے کچھ اہل خیر حضرات مشورے کرتے رہے تھے۔ ۱۹۹۲ء کے مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے سالانہ اجلاس کے موقع پر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے انجمن خدام القرآن سرحد کے قیام کا مشورہ دیا۔ ان کے اس مشورے کو حکم کے درجے میں قبول کرتے ہوئے اللہ کی تائید و نصرت سے محترم ڈاکٹر صاحب کے دورۂ سرحد کے موقع پر ۷ اد سمبر ۱۹۹۲ء کو انجمن خدام القرآن سرحد' پشاور کا تاسیسی اجلاس منعقد کیا گیا۔ اس اجلاس میں محترم ڈاکٹر صاحب نے رجوع الی القرآن کے پس منظر اور مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا اور حاضرین کو انجمن میں شمولیت کی دعوت دی۔

تاسیسی اجلاس کے بعد انجمن کے لئے موزوں اور مناسب جگہ حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دی گئی۔ محبی ڈاکٹر پروفیسر محمد داؤد خان صاحب کی کوشش سے ہمیں انجمن کے لئے ناصر مینشن شعبہ بازار پشاور میں دو کمروں کا فلیٹ مل گیا' جبکہ انجمن کی رجسٹریشن کے لئے درخواست پہلے ہی رجسٹریشن اتھارٹی کو دے دی گئی تھی اور یکم فروری ۱۹۹۳ء کو انجمن

خدام القرآن سرحد کی رجسٹریشن ہو گئی۔ انجمن سرحد کا دستور مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے تعاون سے لاہور ہی سے چھپوایا گیا۔

**دعوتی سرگرمیاں:** تقریباً ہر ماہ ارکان انجمن کی میٹنگ منعقد کی گئی اور انجمن کے کاموں اور پروگراموں کو مزید تیز کرنے کے لئے مشورے کئے گئے۔

انجمن کے قیام کے دوسرے روز محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے مردان کے ٹاؤن ہال میں تحریک خلافت کے موضوع پر سامعین سے بھرپور خطاب کیا۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے آڈیو' وڈیو کیسٹس اور کتب کا مکمل سیٹ انجمن کی لائبریری میں مہیا کیا گیا ہے جس سے لوگ استفادہ کرتے ہیں۔

انجمن کے دفتر میں ہر جمعرات کو نماز عصر کے بعد محترم ڈاکٹر صاحب کے وڈیو کیسٹس کے دکھانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ عربی کلاس کا اجراء کیا گیا اور اس کی ذمہ داری ہمارے رفیق خورشید انجم صاحب نے سنبھالی۔ رمضان المبارک ۱۹۹۳ء کے دوران رجوع الی القرآن اور منہج انقلاب نبوی ؐ جیسے عنوانات پر مختلف رفقاء علاقے کی مختلف مساجد میں تقاریر کرتے تھے۔ انجمن خدام القرآن سرحد کے زیر اہتمام ۱۹۹۳ء کا آخری پروگرام پشاور کے نشتر ہال میں خطبات خلافت کے عنوان کے تحت ترتیب دیا گیا جس میں محترم ڈاکٹر صاحب نے تین روز شام کو مفصل خطاب فرمایا۔ آخری روز سوال و جواب کی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ فی الحال انجمن خدام القرآن سرحد کے ارکان کی کل تعداد ۲۹ ہے' جس میں ۷ مؤسسین' ۲ محسنین' ۴ مستقل ارکان اور ۱۶ عام ارکان شامل ہیں۔

مرتبہ : ڈاکٹر محمد اقبال صافی
صدر انجمن خدام القرآن سرحد' پشاور

# اختتامیہ

انجمن کے تمام شعبہ جات کی کارکردگی کی اہم تفصیل اور مالی گوشوارے آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے۔ جو کام بھی ہو سکا ہے 'اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے ممکن ہوا۔ لیکن ساتھ ہی یہ جب سوچتا ہوں کہ جو کچھ کیا جانا چاہئے تھا اور نہیں کیا گیا' اس کا ذمہ دار کون ہے تو دل کانپ کانپ جاتا ہے کیونکہ اس ضمن میں سب سے پہلے نظر اپنی ذات پر پڑتی ہے۔

ابھی حال ہی میں انجمن کے اراکین کے ایک get-together میں جب میں نے اراکین انجمن اور ارکان مجلسِ منتظمہ کی توجہ انکی ذمہ داریوں کی طرف دلائی تھی جو میرے خیال میں اس درجہ میں پوری نہیں کی جا رہی ہیں جیسا کہ ان کے پورا کئے جانے کا حق ہے تو محترم صدر مؤسس نے میرے کمنٹس کو "مرثیہ" سے تعبیر کیا اور فرمایا کہ یہ باتیں صحیح ہونے کے باوجود "یک رخا" رنگ رکھتی ہیں۔ انہوں نے قرآن اکیڈمی' قرآن کالج اور قرآن آڈی ٹوریم کی تعمیر کو اللہ کا خصوصی فضل اور اس کی تائید و نصرت کا مظہر قرار دیتے ہوئے دعوت رجوع الی القرآن کی تحریک میں ان اداروں کے مثبت contribution کا ذکر کیا۔ انہوں نے دروس قرآنی کے آڈیو اور ویڈیو کیسٹس کا خصوصیت سے ذکر فرمایا جو پورے ملک میں اور بیرون ملک بھی اردو دان طبقہ میں بڑے پیمانے پر پھیلے ہیں اور پھیل رہے ہیں۔ اور اس طرح بحمد اللہ رجوع الی القرآن کی دعوت آگے بڑھ رہی ہے۔

شاید میرے کمنٹس اور محترم صدر مؤسس کے ریمارکس پانی کے آدھے گلاس کی دو مختلف تعبیرات کی طرح ہیں جو ایک قنوطی (pessimist) اور رجائی (optimist) کا فرق ظاہر کرتے ہیں۔ ایک قنوطی اس گلاس کو آدھا خالی سمجھتا ہے جبکہ رجائی اسی گلاس کو آدھا بھرا ہوا کہتا ہے۔ حقیقت اس کے بین بین ہے۔ اس بائیس سال کے عرصہ میں بفضلہٖ

تعالیٰ کافی کام ہوا ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ کام باقی ہے جو ابھی کرنا ہے' بقول شاعر ؎

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے

لہٰذا ہم میں سے ہر فرد خواہ وہ رکنِ انجمن ہے یا کارکنِ انجمن' مجلسِ منتظمہ کارکن ہے یا اسکا منصب دار' دعوت رجوع الی القرآن کی جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے' اسے اچھی طرح سمجھ لے' کمرِ ہمت کس لے اور یکسو ہو کر اس کام میں لگ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مدد فرمائے۔ آمین

احقر

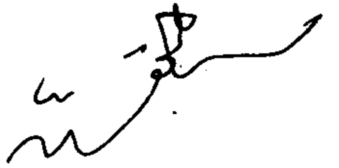

(سراج الحق سید)
ناظم اعلیٰ
مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

فروری ۲۱' ۱۹۹۴ء

## REFERENCES

Lzutsü, Toshihiko

1959 The Structure of Ethical Terms in the Koran. Tokyo: Keio Institute.

Fazalur Rahman.

1980 Major Themes of the Qur'an Chicago: Bibliotheca Islamica.

Smith, Jane

1975 An Historical and Semantic Study of the Term Islam as seen in Sequences of Quran Commentaries. Missoula, Montana: Scholars Press.

گزشتہ دورۂ امریکہ کے دوران

**امیر تنظیم اسلامی' ڈاکٹر اسرار احمد کے تمام دروس و تقاریر**

انگریزی زبان میں ہوئے۔ بالخصوص درج ذیل موضوعات پر امیر تنظیم کے خطاب باہتمام ریکارڈ کئے گئے اور اب ان کے آڈیو اور وڈیو کیسٹ تیار کر لئے گئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- حقیقت ایمان (What is I'man) دورانیہ 6 گھنٹے

2- نظام خلافت (What is Khilafah). دورانیہ 8 گھنٹے

3- حقیقت جہاد (What is Jihad) دورانیہ 2 گھنٹے

4- حقیقت نفاق (What is Nifaq) دورانیہ 2 گھنٹے

5- حقیقت شرک (What is Shirk) دورانیہ 2 گھنٹے

یہ تمام کیسٹ انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے مراکز سے حاصل کئے جا سکتے ہیں!

wonder, such a critic (and poet) as Muhammad Iqbal cried out in anger: "Thanks to the ugliness of your face, Even your mirror is in disgrace!"

Since the middle of the nineteenth century, a series of Muslim thinkers and reformers have advocated political reform basing there arguments on the Qur'anic principle of *Shura* and contending that the only way to implement this principle in today's context is to institute representative forms of government so that the will of the people will be decisive in the process of decision-making. This "going back to the Qur'an" facilitated greatly the gradual introduction into the various lands of Islam of constitutional forms of government. But serious questioning of the validity of democracy continues in Muslim societies, and there had been recently a relapse into religious or religio-military dictatorships in certain Muslim countries. The basis of this questioning of the validity of democracy is partly provided by the substance—not the form—of democracy in the West. Many Muslims hotly argue that the democracy in the Western countries rests on the will of people who have no vision what-ever of any higher moral order for man and that the only considerations that motivate their voting behavior are narrow, selfish, and materialistic, It is to be feared that the sever critique of Muhammad Iqbal quoted above against democracies but qua secular societies that have degenerated in terms of ethical orientations to an extraordinarily low and myopic level. Muslim critics are, however, obviously wrong in rejecting democracy, which is positively and patently enjoined by the Qur'an as the moral foundation of the Community's life. There is, therefore, nothing wrong, from a Qur'anic point of view, with Western democratic forms—in fact, these are to be praised. Muslims would do better to give an ethical substance to the individual and collective life of the community. For among the historic religions only Islam had consciously founded a community on the universal basis of Islam.

intellectual, and the moral levels, the Muslim Community has been as guilty of neglecting, ignoring, and condemning the masses as any other tradition.

In its egalitarian vision of the Islamic body-social and body-political, for example, the Qur'an has laid down that Muslims must decide their affairs through mutual consultation on an equal footing: "Their affairs shall be decided through mutual consultation [*shura*]." (42:38) This, of course, applies to all fields: political, religious, social, economic, etc. At the intellectual-moral plane, the Qur'an had definitely advocated that a group from among every segment of Muslim society should "acquire knowledge and insight in Faith [*li-yatafaqqahu fi i-din*] so that they should, in turn, teach the rest of the members of the Muslim Community (9:199). The obvious meaning of this verse is that the gap between the average members of the Community and their religio-moral leadership must be minimized in the interests of Islamic egalitarianism. Yet the Muslims have, since the very early times, suffered from a religious leadership that has had little to do with the masses and has been ruled by political autocrats. The "mutual consultation" (*shura*) of the Qur'an was never institutionalized.

Worse still, the "mutual consultation" of the Qur'an was distorted by Sunni Muslim political theorists into the "the ruler's consulting people whom he thought fit for consultation"! As for the Shi'a, there never was any question of a *shura*-democracy, since rule really belonged to the Absent *Imam* ("religious leader"), who is, for some reason, in hiding. As for the religio-moral plane, the *ulama*' ("religious teachers"), who were supposed to raise the standards of the common man, first by gaining knowledge of and insight into the Faith and then by communicating it effectively to others, failed in their task, with the resultant quasi-Brahminism that became the bane of Islam. No

concept that the "average man," "the masses," are "no good." They are doomed forever to wallow in moral wretchedness and mental blindness, and hence they must follow the lead of those enlightened minds and exalted souls who have "made good" their humanity. While intellectuals and moral dandies have contemptuously laughed at certain grotesque features of the Hindu caste system, they have forgotten that basically and essentially all human societies have been guilty of the same attitude toward "the masses." The only difference is that Hinduism has frankly and ruthlessly formalized this attitude and created certain heinous social distinctions from which other societies can boast to be free. But one has to scratch only a little beneath the surface to discover, in the words of a Persian poet, that "This is a sin that is committed in your town as well!"

The Qur'an is also highly critical of the attitudes of the majority of human beings. Witness phrases like "They are like cattle, indeed, even more misguided." But the whole point of the Qur'an is that these people are not really cattle; they are humans and, therefore, the effort to raise their level is not only "good" but is absolutely imperative if the human race is to become a Muslim Community. That this is a task both feasible and necessary is throughout envisaged by the Qur'an. This was the rationale behind the setting up of the Muslim Community, a "community of believing brothers" (49:10). Even the non-Muslim writers have acknowledged the generally egalitarian constitution of the actual Muslim Community. Nevertheless, we must ask the question as to how far this "egalitarianism" and this brotherhood" is a reality among Muslims and to what extent it is merely a desideratum. On a closer examination of the data of Islamic history, one might say that so far as economic and purely religious spheres are concerned, the exploitation of the masses has not been as great as in other religions and the spirit of Islamic egalitarianism, despite its emaciation, has not altogether disappeared. But at the political, the religio-

Fundamentalist movements in the Muslim world is that they have been aiming at establishing, and some have actually succeeded in establishing, political power without first creating a Muslim Community. In fact, all the Fundamentalist movements in the Middle East, the Subcontinent, and Southeast Asia have been Misled by their leaders into thinking that once they get political power, all will become Islamic, the result being that when some of them somehow manage to get actual political control, their Islam proves to be no more than a broken reed. The truth is that the current Muslim Community has to become a real *muslim* community once again: it must clearly understand what "surrender to God's law" means and must give its commitment to this.

Nevertheless, a Muslim Community such as the Qur'an envisages is called for imperatively and desperately. This community the Qur'an also calls "the Median Community, so that you can be witnesses over mankind," Presumably, what the Qur'an has in mind is that Islam's task is to mediate between what it regards as Jewish particularism on the one hand and the overly "liquid" character of Christianity. In any case, it does have in mind the function of mediating between extremes. thus removing what it continuously calls "corruption of the earth" (*fasad fi'l-ard*) and restoring a healthy socio-political order based upon a viable ethical foundation. If this is what Professor Wilfred Cantwell smith call the "reification" of religion, then reification it must be: God will not remain suspended in a state of "aerification" but must come down palpably on earth. But, of course, any organized social order must come up to the criteria of a muslim community as laid down by the Qur'an in order to become the Muslim Community.

From a communal point of view, the most basic ailment of humanity has been the almost perennial and ubiquitous

Lord! Make the two of us [me and Ismael] those who surrender [*muslimain*] to you and [make] from our progeny a community that shall surrender itself [*ummatan muslimatan*] to you" (2:128). It must be noted in 3:102 quoted here that *iman*, *islam*, and *taqwa* are mentioned together: those who have faith must cultivate *taqwa* and must do *islam* or surrender to God's Law. We have said above that while *iman* is rooted in the inner life of the individual, *taqwa* includes *iman* and results in action, and *islam* is that overt activity that expresses *iman* and *taqwa*. We also said that *taqwa* is in this manner comprehensive of *iman* and *islam*. But when collective life and community activity is in question, the term *islam* takes over, which is, as it were, the end result of individual *iman* and *taqwa*. It is obvious, then, that a Muslim community presupposes individuals with *iman* and *taqwa* without which such a community is unthinkable, but conversely, *iman* and *taqwa* must result in a Muslim community and not just isolated individuals. Why?

This is because Islam aims necessarily and centrally (and not just peripherally or indirectly) at the creation of a world order wherein its imperatives and principles will be embodied in such a way that the "earth shall be reformed." We are using Islam with a capital "I" now because Islam has become the name of a specific religion (*din*) carried by a special community. This Muslim Community is, for the Qur'an, "the best community produced for mankind" because "you command good and forbid evil and you have faith in God" (3:110). It is to be noted that, first of all, this community is a social order based on *Iman*, *taqwa* and *islam*. Only when it has become a social order does it become a political order to play a world role. One cannot build a political order unless the basis of a social order has been laid firmly. This is what the Prophet Muhmmad did, and this is what those will have to do who wish to establish the Islamic order once again. The basic failure of the current

divine causation either works through nature or through man and, in fact, neither of these can operate without God. This either/or position with regard to human free causation is as meaningless in the view of the Qur'an as to say that man is either omnipotent or omnipotent altogether, to that he is either omniscient or ignorant altogether!

# SOCIAL AND POLITICAL IMPLICATIONS

A community that develops *taqwa* becomes God's instrument and, indeed, His trustee and vicegerent on the earth, but it loses this status when it becomes morally incapacitated, as we have seen before. No community can, therefore, claim to be God's specially elected people or his privileged children or his automatic darlings. This is, in fact, a most preposterous claim as it lays proprietory claims upon God. The Qur'an had sternly rejected such claims on the part of Christians and Jews (2:111,113,120,135, etc.). But it had also told Muslims in no unclear terms, "If you turn your backs [on this teaching], God will bring in another people as a substitute who will not be like you" (47:38). Indeed, 4:144 quoted above ("Do you want to provide God with a clear cause against you?") was addressed to Muslims, the Companions of the Prophet, in Medina. The Qur'an often states that when He removes a people/community from power or destroys them, He makes a whole new start with a new people (14:28; 6:6; 21:11; etc.).

Yet, a Muslim (= muslim) community is indispensable for God's purposes: "O you with faith [*iman*]! Have *taqwa* vis-a-vis God [i.e., protect yourselves from such deeds as would entail God's punishment], and do not die but that you are Muslims" (3:102). Also, "Abraham and Jacob had admonished their sons: 'O our [literally my] sons! God has chosen the [right] religion [*din*] for you, so do not die but that you are muslims'" (2:132). Again, Abraham said, "O our

narrow vision and petty-mindedness. All man's ills flow from this condition. The remedy is to open up one's vision and rise above pettiness to God, which can be done through cultivating *taqwa*.

Thus the moral condition of man is that he is, by nature as it were, sunk in selfishness and pettiness. But his "real" nature and status in creation, i.e., what he ought to be, is very exalted indeed, He has been given intellectual powers whereby he defeated angels in a competition of creative knowledge. (See the story of the creation of Adam in 2:30ff.) His misfortune is that he often did not use those powers to seek guidance but to work mischief and hence has failed so far in fulfilling the Trust that God reposed in him. "He [man] has not so far fulfilled what God had commanded him [primordially, through his 'real' nature]" (80:23). "Indeed, We had offered the Trust to the heavens, the earth and the mountains, but they refused to bear it and were frightened, of it. But man bore it willingly. He is, indeed, unjust [to himself] and fool-hardy" (33:72). Because of his native selfishness and narrowness, man is always prone to go to extremes: he is full of pride one moment and a helpless prey to hopelessness the next moment; panicky under trial and thinking he is all but God when out of trial (70:19-21). The only way he can attain *taqwa* is to recognize both his powers and the limits God has put upon him as his natural condition. He is neither free like God nor helpless like a stone; he is neither omnipotent nor impotent; neither omniscient nor ignorant. Only by staying within this positive framework can he maximize his moral energy and make progress, which is the essence of *taqwa*. Neither God nor nature can displace him, nor yet can he displace nature or God. Those fruitless discussions of human free-will which try to make out that, if natural causation or divine causation works, human free-will cannot (and vice-versa) appear absolutely misguided in the light of the Qur'an. For it assumes all the three causations simultaneously—although

According to the Qur'an leadership in this world does not last forever since a people in power and in prosperity sooner or later lose *taqwa* and begin to "sow corruption on the earth," so that their exit becomes inevitable. They become *'alin* ("too big") on the earth and hence become too small for it; they grow *'atiy* ("too proud and conceited") for the truth and try to turn wrong into right and right into wrong through their sheer might and are, therefore, either humiliated or destroyed. At no point, therefore, can a people or a community take either itself or God for granted: "Does it never strike those who inherit the earth following upon its earlier rulers that if we will we would smite them [too], thanks to their misdeeds?"—i.e., We shall seal up their hearts so that they will lose the capacity to listen to the truth (7:100). The Qur'an declares that it is man's own persistently wrong action that provokes God against him (despite God's infinite mercy!): "Do you want to provide God with clear cause against you?" (4:164).

How can one preserve the state of *taqwa* individually and collectively? Irrespective of the fact whether or not a person or community will preserve *taqwa*, the answer of the Qur'an is quite simple. Man must always keep in view his own moral constitution and his status in the scheme of things. The basic fault that the Qur'an finds with man is that his own view of himself is very small. Because of this he behaves with a petty mind, narrow vision, and exasperating selfishness. This happens in all fields of human action, political, social, economic and, indeed, religious. Man is much too weak and small-minded (17:100; 4:28). "Man is by nature unstable. When evil touches him he panics, but when good things come his way he prevents them from reaching others" (70: 19-21). Indeed, this theme is so persistent and strong in the Qur'an that one can say that, besides the condemnation of *shirk*, man's narrow-mindedness is its major preoccupation. In fact, a case could be made on a solid Qur'anic basis that *shirk* itself is a manifestation of this

and their real worth established for the future transformation of life, will be the Hour of Truth when a person shall face himself / herself. The layers of "heedlessness" under which man's "heart" is buried in this life, shall be removed at that Hour and his real self excavated: "You were in headlessness of this [Hour], but now that we have removed your veil, your sight today is keen!" (50:22). Everyone will recognize himself / herself exactly for what he / she is, and the Qur'an emphatically states that "nobody shall be dealt with unfairly," "nobody's due shall be denied," etc. (2:281; 3:25, 161;4:49, 124, and numerous other verses). The future career of man will be based not only on full stock-taking but also on full self-stock-taking.

But, of course, the effort of the Qur'an is directed towards creating now that condition of self-awareness through *taqwa*". Every moment is the hour of Judgment, and he/she is truly the maker of his/her own destiny: "The earth, indeed, belongs to God and He causes whomsoever He wills of His servants to inherit it—and the End belongs to those with *taqwa*" (7:128). That is, the eventual success both in "this life" and the "next" belongs to those who conduct themselves through *taqwa*. That there is essential continuity between "this life" and the "hereafter," I have already shown (1980: ch.6). "The earth is inherited by My good servants" (21:105); "Those who had ben oppressed We caused them to inherit the East of the earth and its West" (7:137). The following verse is about the Hereafter: "Those people who had *taqwa* vis-a-vis their Lord shall be led to the Garden in troops, so that when they approach it its gates will have been opened and its guards shall say to them, 'peace upon you. You have done well. Enter and abide therein.' They [with *taqwa*] shall say, 'All praise be to God who has fulfilled his promise to us and has given us [all] the earth, so we can make our abode in the Garden wherever we will ...'" (39:73-74).

This deep-seated self-deception of man is directly connected with the Qur'anic notion of the "weighing of deeds" on the Day of Judgment. As the verse just quoted indicates, while one may think one has performed prodigious deeds, when these deeds are put in the long-range perspective of the human future, they may turn out to be quite devoid of meaning and without any substance, for they were not rooted in the light of faith or produced in the state of *taqwa*. When talking about the myopic and insubstantial quality of men's deeds, the Qur'an employs particularly graphic language. "Their deeds are like ashes with which strong winds have made off on a stormy day; they cannot hang on to anything of what they earned" (14: 18). Again: "Their deeds are like a mirage in a desert which a thirsty person takes to be water, but when he arrives at it, he finds it to be nothing—however he discovers Got there" (24:39). Once again (On the Final Judgment): "We shall proceed towards their deeds and shall show them to be motes scattered around" (25:23). This is because these deeds were done without *taqwa*: "The end belongs to those with *taqwa*" (7:128;11:49), and "God is with the people of *taqwa*" (2:194; 9:36; 3:76; 9:47; etc.).

This is why the belief in *al-akhirah* (the End, or the Final Judgment)is so central for the Qur'an. First of all, with out "the End," man falls into a state of living from moment to moment, and becomes not only "short-sighted" but like animals. It is the *akhirah* that provides the necessary vision and brings *taqwa* into operation. The pursuit of "this world" (*al-dunya*) is another expression for sinking into the here-and-now. People with this attitude to life are "like cattle, indeed more misguided, for they are the heedless ones" (7":179). The whole effort of the Qur'an in inculcating *taqwa* is to raise man from this hour to hour life so that he may establish his conduct on a solid basis with a view to long range objectives, to the "End of affairs." Second, the "Day of Accounting" (*yawm al-hisab*), when all deeds will be weighed

as the consequences of murdering his brother, Cain had to carry his and his brother's sins as well, which meant sure perdition for himself.

The most important and basic function of *taqwa* is to allow man to correctly examine himself and to see the right from the wrong. To the extent that one is able to perform this moral self-X-raying, to that extent one has "protected" himself from error and its self-destructive consequences. It must be noted, however, that this self-examination as it is implied in the notion of *taqwa* can never mean self-righteousness. Just the contrary: an integral part of the meaning of *taqwa* is that while one examines oneself as objectively as possible, in order to guide one's conduct, there is no assurance that at any given moment one has chosen the right. If this self-examination had a built-in success, humanism would work perfectly well and therefore would be no need for transcendence. But we know how subjective the consciences of people can be. *Taqwa* implies this very transcendence since it implies that while the choice is ours and the effort is ours, the final and truly objective judgment upon our performance is not ours but "lies with God." The greatest enemy of man for the Quran, the most powerful Satan, is his own self deception. The terms *hawan* (pl.*ahwa*—one's own innermost and hard to detect desires) and *umniyah* (pl.*amanin*—one's wishful thinking) occur very frequently in the Quran, and even the Prophet is told several times that Revelation cannot take into account his own wishes(75:16;20:114; and elsewhere). Indeed, the greatest task for man is to objectify his inner state: "Whenever these people are told not to work corruption on the earth, they say, 'We are only reforming.' Beware, these are the corrupters, but they do not realize it" (2:11). Again, "Say, shall we tell you of those who are the greatest losers in their deeds? They are those whose whole effort has got lost in the lower pursuits of this life, but who think they have performed prodigies" (18:103-104).

also 4:20 - 21 which is close to this in spirit) The passage continues: "that you [i.e., either party] should forgo the claim is nearest to *taqwa*. And do not forget to treat each other with grace."

It is because of the positively protective function of *taqwa* that, for the Qur'an, it becomes the most comprehensive concept both for avoiding errors and pursuing the right. *Taqwa* is described as the best "garment" one can wear (7:26), and as the "best provision" one can take for the future (2:197) — so that it is the best guarantee against exposure to peril and perdition. This is also the reason why the Qur'an so frequently uses the idea of "wronging oneself [*zulm al-nafs*]," as I have already elaborated somewhat (1980: ch.2). For, in the eyes of the Qur'an, every wrong that one does, or every violence that one commits against anyone, is reflexive and therefore is wrong committed against oneself. This goes for individuals as well as for peoples, communities, and nations. It signifies the lack of *taqwa*. Besides the verses I have quoted in the aforementioned work, an interesting illustration of this is provided by 5:27-29 about Cain's murder of his brother Abel: "And recite to them (O Muhammad!) the true story of the two sons of Adam, when each offered a sacrifice but while the one's [Abel's] was accepted [by God], the other one's was not. He [Cain said, 'I shall definitely slay you.' Abel replied: 'God accepts only from those who have *taqwa*. If you lay your hands on me to kill me, I am not going to lay my hands on you to kill you. I fear God, the Lord of the World. I want you to carry both my sins and yours so that you become among the people of Fire — this is the requital of the wrong doers." The points to note here are that Abel had *taqwa*. Hence his sacrifice was accepted by God, and hence also he decided not to lay his hands on his brother, i.e., not to be the first to kill, since, as many commentators of the Qur'an tell us, he was not sure Cain wanted actually to carry out his threat. But second, and even more importantly,

Furthermore, 22:37, in speaking about the ritual sacrifice made on the occasion of the pilgrimage, states: "The flesh [of these sacrificed animals] never reaches God, nor does their blood, but *taqwa* on your part does reach Him." In the same Sura (or chapter), and again connected with reference to the pilgrimage, the Qur'an says (22:32): "Whosoever gives due weight to the rites of [or symbolic acts ordained by] Allah, these [must spring from] the heart's piety [or *taqwa*]." The reason why the Qur'an has thus repeatedly stressed taqwa in connection with the pilgrimage rites is that, in contradistinction form other practices like prayer, *zakat*, fasting, and *jihad*, these rites are especially liable to become purely mechanical unless due attention is paid to their spiritual meaning, which is called "*taqwa* of the heart."

Second, certain verses in the Qur'an lend support to the view that *taqwa* is an ideal which must be aimed at, but which, for the most part, can only be approximated or realized to limited degree. In 9:8 the Qur'an warns those Muslims who, after the fall of Makkah, wanted to avenge themselves against their erstwhile persecutors and enemies: "O You who believe! Be upright unto God in your just witness-depositions, and let not the enmity [or hate] for a people lead you to be unfair to them; Be fair, for this is nearest to *taqwa*. And behave with responsibility [*taqwa*] toward God, [for] God knows well what you do." (See also 5:2 which has similar subject matter and import, but adds the words: "Cooperate with each other on the basis of righteousness and *taqwa*, not on the basis of sin and transgression.") In 2:237 it is stated, "And if you divorce them [your wives] before consummating the marriage, but after having settled the dower for them, then pay to them half of what you had settled." It adds: "except if she should forgo her claim, or her representative [literally; 'in whose hands is the marriage tie'] should" — an expression which according to some commentaries means the husband and would imply that the husband then pays the full dower. (Cf.

the Qur'an came forth with the concept of *taqwa* ("fear of God") in order to break his haughtiness and humble his pride. But as our examination and analysis of this all-comprehensive concept will show, the element of fear conveyed by this term has a very complicated nature and the only translation that will do justice to it is perhaps "the fear of responsibility" which is very different from a fear someone might have, say, of a wolf, or a fear that a guilty person might have of police. In its possibly earliest use in the Qur'an (91: 8), it most probably means righteousness: "He [i.e., God] inspired [primordially] the human being with what is unrighteous and what is righteous [or with what is wrong and what is right]." And this meaning is preserved through the Qur'an, with a certain salient emphasis to which we shall draw attention in order to elicit and elucidate its nature.

First, it should be noticed that while *iman* ("faith") is primarily concerned with the inner life (although it is supposed to end in overt action), and while *islam* ("surrender to God's law") belongs primarily to outward action (although its inner dimension is equivalent to faith), *taqwa* equally comprises both faith and surrender. The Qur'anic passage 2:177, after mentioning the change of the *Qiblah* (direction of prayer) from Jerusalem to Makkah, states: "It is no piety (or righteousness) that you turn your faces eastward or westward (in prayer); virtuous, rather, is he who believes in God, the Last Day, the Angels, the Book [i.e., all revealed Books] and the prophets [and] who gives of his wealth, despite his love for it, to his [poor] kinsmen, to orphans, to the indigent, to the way farer, to those who ask for financial help, and for the freeing of captives and slaves; he who establishes prayers and pays *zakat*-tax, those who keep their pacts when they make them and are steadfast in adversity, tribulation and in war — these are the ones who are truly righteous and these are the ones who have *taqwa*." That *taqwa* must be rooted in the inner faith, and that overt acts alone cannot be called *taqwa*, is clear from this passage.

may have some sort of *iman* but it can not be true and full *iman* unless it is *islamically* expressed and worked out through a proper community, a community that will be both *muslim* and Muslim community.

**TAQWA**

We now come to the third and most central ethical concept of the Qur'an, *taqwa*, which is normally translated "God-fearingness" or "piety". To bring out a fuller import of this term is the essential purpose of this essay. We have already seen that the roots of both *iman* and *islam* have in common the basic constituents of safety, peace, and integrity (as opposed to danger, fragmentation, and disintegration). Interestingly and importantly, when we inquire into the root meaning of taqwa, we get the same answer. The root-letters w-q-y in Arabic mean "to protect," "to save from destruction," "to preserve." *Wiqayah* or *waqayah* is a container or a utensil in which something eatable or drinkable is so put that it does not spill away or get fragmented and thus lost. In the Eighth Form, of the verb, it means "to protect oneself from possible danger or attack," hence "to be careful," "take heed," etc. In 3:28, the term has been used in a literal, i.e., physical, sense, where it si said that Muslims may not be friends or allies of non-Muslims in preference over Muslims "unless you do it as a safety measure" (i.e., the possible harm the non-Muslims might do to you or to other Muslims). But its standard use in the Qur'an is in the moral sense of "guarding against moral peril" or "protecting oneself against God's punishment," which itself can take many forms from the disintegration and downfall of nations to punishment of individuals on the Last Day.

Taking the element of "fear" to be the main constituent of taqwa, Professor T. Izutsu (1959) has advanced the theory that since the pre-Islmic Arab was a haughty and proud man,

the Faith, (2) prayers, (3) paying zakat, (4) fasting during Ramadan, and (5) performing pilgrimage, Now, this division, in the eyes of the Qur'an, is much less than half truth, as verses quoted above on *islam* show. In the light of this, if "reification" of *islam* means "externalization" or "concretization" of *iman* in such a way that the two are separate and can be, even conceptually, disconnected from each other, then it is patently false. But if it means *islam* as the concrete expression of *iman* and the Muslim community as the organized form of that expression, then it is necessarily true and the Qur'an itself is on record in its support. For, in the eyes of the Qur'an, in contradistinction from, say, Christianity, personal inner faith is by no means enough for God's purposes, and an organized normative community is a dire necessity. This phenomenon could, therefore, be justifiably called "reification" of *iman* or "sublimation" of the normative community. Both mean the same, although the "reification" theory as propounded by Professor Wilfred Cantwell Smith seems to imply the opposite, that reification, instead of letting the dynamism of *iman* concretely work itself in a spatiotemporal context, obstructs it. It is possible that Professor Smith has been jointly influenced by two factors, his own Christain background and the plight of the community that now exists in the name of Islam. In any case, the Qur'an bears no such witness.

The second fundamental point about *islam* (the first being what we have expounded so far, that *islam* and *iman* are equivalents) is that *islam* is the overt, concrete and organized working out of *iman* through a normative community. The community members, therefore, must be grounded in *iman* and its light (only then the normative as contemplated by the Qur'an becomes possible), and, conversely, such light of *iman* must work itself outward through this community (*iman* and *islam* imply each other and this is the meaning of their equivalence). An individual

finally, to Muhammad and his contemporary followers (who are required to be *hanifun*) because these Prophets and their followers are nondeviant, nonsectarian monotheists. Now, because these Jews and Christians distorted their original teaching, they necessarily divided themselves into sects, became deviant and vulnerable to *shirk* ("putting oneself alongside of God," "sharing God's divinity"). They are neither *hanifun* nor *muslimun*. Indeed, in 61: 7, the Qur'an, obviously referring to Jews and Christians, says "Who is more unjust than the one who concocts lies upon God while he is being invited to *islam*?" Also, 98:4-5: "Those who had been given the Book [the Bible] did not split into sects except after the clear Proof [i.e., Revelation] had come to them; and they had been commanded only to serve God alone with exclusive devotion and obedience as *hanifun*" On the other hand, whenever Abraham is mentioned in the Qur'an, he is either called a *hanif-muslim* ("one who believes and submits") or a *hanif-non-mushrik* ("one who believes and does not engage in *shirk*); so with the Prophet Muhammad also and wherever *shirk* is attributed to the People of the Book, they are accused of sectarian splits as well (see 6:160-164; 30: 30-32; 98: 4-5). One is left with a strong impression that sectarian splits and vulnerability to *shirk* imply each other as opposed to a *hanif*, a *muslim*, a believer in straight, upright religion in conformity with the nature of man.

We have dilated somewhat on the issue of the fundamental equivalence of *islam* with *iman* because of the widespread belief generated by the commonality of Muslim creed-formulators that whereas *iman* refers to belief, *islam* refers to overt acts. Thus, we are told by the standard medieval credal doctrine of Islam that *iman* means belief in God, angels, revealed books, Prophets, and the Last Judgment (the Sunni creeds would characteristically add belief in God's predetermination of good and evil, which is nowhere to be found in the Qur'an!), whereas *islam* primarily consists of the overt acts of (1) public profession of

*islam* in the verses already quoted:

4. "God has chosen the path of obedience [*din*] for you, so let you not die but that you are muslims" (2: 132).
5. After a critique of what the Qur'an regards as the idolatrous beliefs of Jews and Christians, it says, "They want to extinguish God's Light [i.e., *islam* = Islam] by [blowing at it with] their mouths, but God refuses but to perfect His Light much to the chagrin of the *Kafirun* [those who reject the truth]. He it is who has sent His Messenger with guidance and the true path of obedience [*din al-haqq*] that He may cause it to prevail upon all [false] paths of obedience much to the chagrin of the idolators" (9: 32 - 33).

We find an identical wording of the Qur'an concerning Jews and Christians (and idolators) after a different sort of critique of those two earlier communities in 61: 8-9. The most important point to note is that just as *islam* in Makkah is identified with God's Light and Guidance, so too in the Medinan verses. Just as in Makkah, again, those who are *muslimun* are those who surrender, so too in Medina. This *islam* is said to be the only true *din* or path of obedience to God and the only one that is acceptable to Him (verses 1 and 2 in the preceding set of Medinan verses). This is in absolute conformity with what the Qur'an has said all along, that *iman* and *islam* are identical and confer peace, security, and integrity on their subject.

The second point to take note of is that in verses 1 and 5 in this set of Medinan verses strong issue is taken with Jews and Christians. In 3 : 19 they are accused of sectarian splits through willful stubbornness (*baghy*); therefore, they cannot be *muslimun* for they cannot surrender to Truth. I have argued (1980: ch. 8) that it was on this basis that the Qur'an withholds from Jews and Christians the title hanif ("true believer in God") which it applies to Abraham, to other prophets and their contemporary followers and,

therefore, I shall consider both the relevant Makkan and the Medinan verses in which the term *islam* occurs and then conclude whether and, if so, how much reified the Medinan passages on the subject are. From Makkah we have the following two verses:

1. "Is a person whose heart God has opened up to *islam*, so that he is on [the path of] light from his Lord ....?" (39:22).
2. "Whomsoever God wants to guide, He opens up his heart to *islam*" (6: 125).

*Islam* in both of these verses can be construed as meaning both "surrender to God's law" and the concrete religion called Islam, even though this name was not formally given until the Medinan period. What brings out strikingly that *islam* in both of these verses is equivalent to *iman* is the fact that it is identified with "God's Light" in one verse and "God's Guidance" in the other. Let us now consider the following Medinan verses.

1. "The true path of obedience [*din*, or "religion"] for God is *islam*: those who had been given the Book [earlier: i.e., Jews and Christians] did not come to differ from each other except after [sure] knowledge [i.e., Revelation] had come to them, which they did out of rebellion against each other ...." (3: 19).
2. "Whosoever seeks a path of obedience [or "religion": *din*] other than *islam*, it will not be accepted from him/her" (3: 85).
3. "Today I [i.e., God] have perfected your path of obedience [*din*] for you, have consummated My blessings upon you and have been pleased for you with *islam* as your path of obedience [*din*] (5: 4).

Along with these, some other Medinan verses ought to be considered which help elucidate the meaning of

I should give a somewhat detailed proof of this point. Let us consider the following verses:

1. The Disciples of Jesus [*al-Hawariyun*] said to him, "We shall be God's helpers, we have faith [*amanna*] in God and bear you witness that we are muslims [*muslimun*]" (3:52).
2. Moses said to his people, "If you have faith in God, then put your trust in Him if you are muslims [*muslimun*]" (3:84, 5:111).
3. "Those who believe [have faith] in our signs [verses] are muslims [muslimun]" (43: 69).
4. "Those to whom we had already given the Book [i.e., the Bible] before this [i.e., the Qur'an], believe in it [i.e., the Qur'an]. And when it is recited to them they cry out: "We believe in it; it is the Truth from our Lord. We were already muslim [*muslimun*—i.e., believers] before it" (28:52—53).

This last verse is one of several that refers to certain Jews and/or Christians who accepted Muhammad's mission at a very early stage, as I have noted elsewhere (1980: ch. 8). Let it also be borne in mind that three references in 1 and 2 above, namely, 3:52; 3:84 and 5:111, which convey the *iman-islam* equivalence or absolute inseparability, date from the Medinan period, and particularly 5:111 from the late Medinan period, when the Muslim community had been already formally set up and when, according to Professor Wilfred Cantwell Smith, *islam* had already become "reified" into Islam. What seems to give point to this "reification" theory is, of course, the fact we have already noted above, that in Medina *al-islam* is used both in the sense of surrender to (the Law of) God (which is equivalent to *iman*) and the name of the religion of Muhammad and his community. (The giving of this name, however, is attributed to Abraham.) In order to get the full import of this usage,

*wajhahu*, i.e., "he surrendered his person or himself," usually followed by *li-allah*, "to God," occurs numerously in different persons and different tenses and moods. The idea obviously is that one gains or preserves or develops one's wholeness, integrity, etc,. by "surrendering oneself to [the Law] of God." The active participle *muslim* (in singular, dual and plural) occurs frequently, meaning "one who surrenders oneself to [the Law of] God." In 3: 83 the whole universe is said to be *muslim* because it obeys God's laws. (This idea also occurs in other Qur'anic passages, although this word is not used; for example, 41: 11, 13: 15; 16: 49; etc.) Various Prophets and their communities from Noah onward, but particularly Abraham, are called *muslim*.

The verbal noun of the Fourth Form with the definite article, *al-islam* ("the surrender" or "the genuine surrender"), occurs six times in the Qur'an. Jane Smith (1975) has collected these passages with translation. It is important to note that while *islam* and *muslim* are used invariably by the Qur'an in their literal meaning, i.e., "surrender" or "one who surrenders to [the Law of] God," these are also used as proper names for the religious message promulgated by the Qur'an and for the Community that had accepted it. Indeed, in 22:78, this religious message is attributed to Abraham, who is said to have given the name *muslim* to this community. In most of these passages the original or literal meaning and the proper name are identified.

There are two very important points to note in connection with the term *islam*. The first is that it is integral to *iman*: the "surrender" to God's Law, in its essential nature, is not possible without faith. Indeed, fundamentally speaking, the two are the same and have been used equivalently in many passages o the Qur'an. Since this point is of basic importance to my thesis about the ethics of the Qur'an, namely, that it is inexorably "religious" ethics, I think

affirms that faith increases with knowledge. "Say (O Muhammad!): My Lord! increase me in knowledge" (20:114). "Can those who know and those who do not know be equal?" "Can the blind and the seeing be the same, or the darkness and light?" "The dead and living cannot be the same." (39: 9; 35: 19; 35:22; etc.) Faith, therefore, necessarily entails cognition.

Second, faith per se is a matter of the heart or heart and mind, as I have said, but it must result in action. This will be elaborated at some length below. But it must be said here that the separation of faith from action is, for the Qur'an, a totally untenable and absurd situation; it invariably couples faith with good works when it talks about the faith itself or, more frequently, describes the state of the faithful (*mu'min*, pl. *mu'minun*) and mentions faith alone without good works only when it is, for example, contrasting "those who believe" with "those who do not believe," etc. Conversely, real good works, as we shall see, must proceed from faith; works not rooted in faith are nothing and, in fact, often are worse than nothing because they are positively harmful.

## ISLAM

Let us now consider the term *islam*. We have seen that the basic meaning of *iman* is to gain peace and security by an unflinching faith in God, His Message (s) and His Messenger (s). Now, the meaning of the root *s-l-m* is "to be safe," "whole," and "integral." The verb from the root in the First Form has not been used in the Qur'an, but certain other parts of speech have been used. Thus *silm* occurs in 2:208, where it means "peace", *salam* in 39:29, where it means "whole" as opposed to "division in conflicting parts," and *salam* in 4:91, where it also means "peace." It is thus used in numerous passages meaning "peace," "safety" or "greetings of peace." In the Fourth Form, the verb *aslam*, "he surrendered himself," "gave himself up," often *aslama*

general), the meaning of which is to believe in the truth of the Book and the Prophet that they have been sent by God. Again, the object can be the angels, i.e., that they exist as God's servants or, indeed, the Day of Judgment, i.e., that it will truly arrive. Or the verb can be used in its Fourth Form without any preposition or object, which simply means that the object is understood but not explicitly stated.

I said that in the First Form *a-m-n* means "to be at peace," "to be without tribulation," "to be safe." Now in the Fourth Form this basic meaning is carried over to the idea of "belief" or "faith" in God, which insures one's peace and safety. This is also implied in belief in the truth of (all) the Books of God, in His Prophets, and in the Judgment. This means that a person who does not accept God or does not have faith in Him and in other matters that flow from this (the truth of the Books, etc.), cannot be secure, at peace, integral, etc. "Do not be like those who forgot God and (eventually) God caused them to forget themselves" (59:19). ***Iman*** is an act of the heart, a decisive giving oneself up to God and His Message and gaining peace and security and fortification against tribulation.

There are two points to be noted about faith. One is that it is not simply equivalent to intellectual or rational knowledge, but that it is not without such knowledge either. It is a "knot" (*'aqd*)," as Muslim theologians state, which "ties" the mind or "pegs" it to something sure and unshakably certain, but it has a sure basis in knowledge as well. Although the Qur'an admits that mere intellectual knowledge does not ensure guidance ("Did you see the one who has taken his own desires - or wishful thinking - to be his God and God has sent him astray despite his knowledge?" 45:23), nevertheless, guidance is impossible without knowledge. Indeed, in numerous passages the Qur'an clearly establishes faith-knowledge equivalence and

There are three basic terms in the Qur'an which come from different Arabic roots but which are surprisingly similar in their meanings. Together, they from the foundation of Qur'anic ethics and give it its characteristic ethos; unless one grasps these concepts well, there is no way adequately to understand the nature of that ethic or its content. In this brief article I shall first discuss the meanings of these three terms, hoping thereby to bring out the essential similarity/connection among them, and then attempt to make some general observations about the nature of the Qur'anic ethical doctrine as a whole.

## IMAN

The first term is obviously *iman*, which is usually translated by "belief" or "to believe." The First Form meaning of the Arabic root a-m-n is "to be at peace with oneself" or "to feel no tribulation within oneself"; in this sense, it is equivalent to the term *mutma'inn*, i.e., "one who is satisfied within one self," and the two are used equivalently in the Qur'an 16:112. In 2:283, *iman* is used in the sense of "depositing something with someone for safekeeping" (*amanah* means a "safe deposit" in 4:58 and elsewhere or a trust as in 33:72). In 4:83, 2:125, and elsewhere it means "safety from (outside) danger." It is safe to conclude, therefore, that "peace" and "safety" are its basic meanings. But it also comes to mean "being overly placid" over against a peril as in 7:97-99. In its Forth Form (*aman*), the verb is followed by the preposition *li* (to, for) in two places (10:83; 24:26), where it appears to mean "to follow someone" or "to give oneself over to someone." But the standard use of this Form in the Qur'an, and indeed in Arabic in generally, is with the preposition *bi* (in). In this use the verb means "to have faith or trust in," the primary object of this faith or trust being God (*aaman bi-allah*, "to trust in God"). But the object can be the Qur'an (or revealed Books in general) or the Prophet Muhammad (or Prophets in

mean self-righteousness. He is quit emphatic about its anchorage and mooring in the formal dictates of *Sharia*. Thus he writes: "If this self-examination had a built in success, humanism would work perfectly well and there would be no need for transcendence" (P.17). Dr. Fazlur Rahman thus in one stroke disposes of both rational-humanist philosophers and those present-day *avant-garde* Muslim intellectuals who try to, so to say, de-Shariatize Islam through various innovative moves.

(iii) On page 23 we read (additions in parenthesis are mine): "Only when it (i.e. islam) has become a social order does it become a political order (i.e. Islam) to play a world role. One cannot build a political order unless the basis of a social order has been laid firmly". This is exactly what Dr. Israr Ahmad has repeatedly and loudly said in his diagnosis of the failure of many Islamic revivalist movements active in many countries in the present century. Thus both Fazlur Rahman and Dr. Israr Ahmad stand for real action and dynamism and repudiate stasis of soul as well as empty political slogan-mongering.

Absar Ahmad

---

**ABSTRACT**

Three concepts (*iman*, *islam*, and *taqwa*) are presented by the author as basic to the ethical perspective of the Quran. Each is analyzed in considerable detail, and the relations among these concepts for the Muslim community in its social and political dimensions are set forth.

---

perhaps there is only one point on which one can have qualms with him and that is—"The Sunni Creed would characteristically add belief in God's predestination of good and evil, which is nowhere to be found in the Quran". Apart from this, the entire article fully substantiates the orthodox Muslim point of view at the highest intellectual level. His was a mind of a logician and philosopher and a heart of a devout Muslim. His writings on Islam were not only the product of a meticulous scholar with great intellectual rigour and analytical skills but also that of a passionate and devoted Muslim who was deeply concerned about the spiritual, moral and material well-being of his fellow Muslims. Beginning right from the core concepts of *iman* and *islam*, the present article goes up to discuss the highest and ultimate civilizational and socio-political goals of Islam. Incidentally, it also contains a very perceptive review and critique of the perception of, and failures faced by, the rather too-much-politicized and electioneering Islamic revivalist movements all over the world. From amongst the contents of the article I would like particularly to highlight the following ideas which endorse the thoughts of Dr. Israr Ahmad so clearly and unambiguously.

(i) On Page 12 Fazlur Rahman writes:" .... personal inner faith is by no means enough for God's purposes, and an organized normative community is a dire necessity." He thus fully affirms 'reification' (W. Cantwell Smiths' expression) of *iman* in a spatio-temporal context and impugnes all modernists' attempt to empty Islam of its political content.

(ii) Discussing at a very deep level the nature of *taqwa*, he very rightly observes that self-examination as it is implied in the notion of *taqwa* can never by itself

# SOME KEY ETHICAL CONCEPTS OF THE QUR'AN

*(Fazlur Rahman)*

---

**Editor's Note:**

We reproduce below an excellent research paper of (Late) Dr. Fazlur Rahman which he published in the prestigious academic journal "The Journal of Religious Ethics" of the University of Chicago (U.S.A.) in early eighties. He was kind enough to give me a copy of the article when I visited him in the summer of 1984. In the last three issues of Hikmat-i-Quran the English rendering of Dr. Israr Ahmad's essay titled 'Three-point Action Agenda for the Muslim Ummah' was published in which, with reference to verse 102 of Surah Aal-i-Imran, he has discussed and dilated upon the three core terms of the Quran—'Islam', '*iman*' '*taqwa*'. At a very high level of sophistication and depth, the present article has conceptual affinities with the thoughts of Dr. Israr Ahmad: indeed it is an extension of the same forceful and activist gentre. It is therefore hoped that this will be read and appreciated as a companion or supplement to the 'Action Agenda' published in the last three issues of Hikmat-i-Quran.

A prolific writer and an outstanding scholar of Islam in the tradition of Allama Iqbal, Dr. Fazlur Rahman influenced a whole generation of young Muslim intellectuals, students and probably more importantly, his Western collegues in the field of Islamic Studies. Although considered controversial on certain issues, he was a scholar of encyclopaedic breadth in the true tradition of classical Islamic scholarship. In this article

# ایک سالہ
# رجوع الی القرآن کورس

یہ کورس بنیادی طور پر ان تعلیم یافتہ حضرات کے لئے ترتیب دیا گیا ہے جو بی اے' ایم اے یا اس کے مساوی کوئی پروفیشنل ڈگری حاصل کر کے اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہیں اور اب بنیادی دینی تعلیم کے حصول کے خواہاں ہوں اور اس کے لئے کم از کم ایک سال نکالنے پر آمادہ ہوں۔

اس کورس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس کے شرکاء میں قرآن فہمی کا ذوق اجاگر ہو اور عربی زبان کے بنیادی قواعد کی پختہ بنیادوں پر تدریس کے ذریعے ان میں اتنی استعداد پیدا کر دی جائے کہ پھر انہی خطوط پر کچھ مزید محنت کے بعد وہ اس قابل ہو سکیں کہ کسی ترجمے کی مدد کے بغیر قرآن مجید کے معانی اور مفہوم کو براہ راست سمجھ سکیں۔

- شرکاء کی سہولت کے لئے اس کورس کے نصاب کو دو سمسٹرز میں تقسیم کیا گیا ہے۔
- اس کورس کے چیدہ چیدہ مضامین درج ذیل ہیں:

(i) عربی گرامر
(ii) تجوید
(iii) قرآن حکیم کے منتخب مقامات کی تشریح و توضیح
(iv) ترجمہ قرآن' عربی قواعد کے اجراء کے ساتھ (قریباً اڑھائی پارے)
(v) اصول حدیث اور احادیث مبارکہ کا ایک منتخب نصاب